ایمان کی مضبوط ترین زنجیر

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

تالیف: شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکیزہ تحفہ "ھدیۃ طیبۃ"

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ! اَمَّا بَعْدُ

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا "باخبر رہو کہ یہ کلمہ اسلام اور کفر میں فرق کرنے والا ہے اور یہ کلمہ تقویٰ اور ایک مضبوط کڑا ہے۔ یہ وہی کلمۂ اسلام ہے جسے ابراہیم ؑ نے اپنی نسل کے لیے تجویز فرمایا تاکہ وہ اس کلمہ کی طرف رجوع کرتے رہیں اس کلمے کے مفہوم و معانی سے آشنا ہوئے بغیر صرف زبان سے ادائیگی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ منافقین بھی تو یہی کلمہ پڑھتے تھے۔ حالانکہ ان کے نماز و صدقات کے باوجود ان کو کفار سے بھی بدتر جہنم کے نچلے گڑھے کا حقدار قرار دیا گیا۔ کلمہ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی پہچان و معرفت ہو۔ اس کلمے اور اس کو پڑھنے والوں سے محبت کی جائے۔ اور اس کلمے کے مخالفین اور دشمنوں سے بغض و نفرت کی جائے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کا ایک حصہ یوں ہے "مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِہٖ" یعنی جو شخص لا الہ الا اللہ خلوص دل کے ساتھ کہے۔ بعض روایات میں "خلوص" اور "سچے دل کے ساتھ" کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں فرمایا "جو لا الہ الا اللہ کہے اور اللہ کے ماسوا معبودوں کا انکار بھی کرے"۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے اکثر لوگ اس کلمے کی حقیقت سے لاعلم ہیں۔

باخبر رہے کہ اس کلمہ توحید میں نفی کا معنی بھی ہے اور اثبات کا بھی۔ یعنی اللہ کی تمام مخلوقات میں "ماسوا اللہ کے" ہر معبود کا انکار کرنا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ محمد ﷺ اور جبرئیل ؑ کا بطور معبود انکار کرنا بھی شامل ہے۔ اولیاء اللہ اور بزرگ لوگوں کو معبود ماننا تو بہت دور کی بات ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آ جائے تو اس معبودیت پر غور کرنا چاہیے جسے اللہ رب العزت نے اپنے لئے برقرار رکھا ہے۔ اور اپنی ذات کے علاوہ ہر قسم کے معبود حتیٰ کہ محمد ﷺ جبرئیل ؑ کو معبود ماننے سے رائی کے دانے کے برابر بھی انکار کیا ہے۔

جان لو کہ وہ الوہیت جس کو ہمارے دور کے عام لوگ "سرِّ ولایت" بھی کہتے ہیں اور "اِلٰہ" کے معنی کرتے ہیں کہ "ولی جو راز دان (پہنچی ہوئی سرکار) ہو۔ ایسے اولیاء کے نام "فقیر" بھی رکھتے ہیں اور شیخ و سید بھی۔ ان کے متعلق جہلاء کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان خواص کو بڑی قدر و منزلت سے نوازا ہے۔ عام لوگوں کو ان سے لگانی چاہئے' بلکہ یہ تو مخلوق و اللہ کے درمیان واسطے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہی ہمارے زمانے کے مشرکین کا عقیدہ ہے وہ "واسطے" ہیں اور قبل از اسلام مشرکین ان کو "اِلٰہ" اور معبود کہتے تھے۔ لہٰذا جب بندہ یہ کہتا ہے کہ لا الہ الا اللہ تو گویا وہ ایسے ہی درمیانی واسطوں کا انکار کرتا ہے۔ اگر آپ اس مسئلے میں مکمل معرفت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے درج ذیل دو باب پیش کیے جاتے ہیں۔

﴿باب اول﴾ اولاً تو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ وہ کفار جن کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے جہاد کیا ان کو قتل کیا اور ان کے مال کو بطور غنیمت جائز سمجھا وہ تمام کفار بھی تو اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے۔ توحید ربوبیت کا مطلب ہے کہ پیدا کرنے، رزق دینے، زندگی و موت اور تمام امور کی تدبیر کرنے والا صرف ایک اللہ ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ﴾

(یونس:31)

''آپ کہیےوہ کون ہےجوتم کوآسمان اورزمین سےرزق پہنچاتا ہےیاوہ کون ہےجوکانوں اورآنکھوں پر پورااختیار رکھتا ہےوہ کون ہےجوزندہ کومردہ سےاورمردہ کوزندہ سےنکالتا ہے۔اوروہ کون ہے جوتمام امورکی تدبیر کرتا ہے؟ضروروہ کہیں گےکہ اللہ''۔

یہ بہت ہی اہم مسئلہ ہےکہ کفارتوحیدربوبیت کی گواہی دیتےاوراقراربھی کرتےہیں لیکن پھربھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں۔اوران کی جان ومال بھی حرام نہیں۔باوجوداس کےکہ وہ حج وعمرہ کرتےاورصدقات دیتے اور(اپنےطریقوں کےمطابق)عبادت بھی کرتےتھے۔بلکہ بہت سےلوگ توحرام کردہ اشیاءکواللہ کےخوف سےترک بھی کردیتےتھے۔

﴿باب ثانی﴾ لیکن اگردوسرےرخ سےدیکھیں تومعلوم ہوتا ہےکہ جس چیز نےان کوکافرقراردیااوران کےمال وخون کوحلال قراردیاوہ ان کی ''توحیدالوہیت'' کی گواہی نہ دیناتھا۔توحیدالوہیت یہ ہےکہ ''اللہ وحدہ لاشریک کےعلاوہ کسی کوپکارانہ جائےاورنہ ہی امیدیں استواررکھی جائیں اوراللہ کےعلاوہ کسی سےمددطلب کی جائےاورنہ ہی ذبیحہ اورنذرونیاز کی جائے۔اگراللہ کےعلاوہ کسی فرشتےیافرستادہ نبی سےمددطلب کی۔کسی کےلیےنذرونیازچڑھائی یاذبیحہ کیاتوتحقیق یہ کفرہوااورایساکرنےوالاکافرہوگیا۔مزیدمعلومات کےلئےعرض ہےکہ وہ مشرکین جن کےخلاف وہ اپنےنیک بزرگوں کوپکاراکرتےتھے۔مثلاًوہ فرشتوں'اولیاءاورعزیزعلیہ السلام کوپکارتےتھے۔اسی باعث ان کوکافرقراردیاگیاباوجوداس کےوہ اللہ کوخالق'رازق اورمدبّرکل مانتےتھے۔تولہٰذاجب اس مسئلےکواچھی طرح سمجھ لیاجائےتوخودبخود''لاالٰہ الااللہ'' کا مطلب سمجھ میں آجاتا ہے'اوریہ بھی معلوم ہوجاتا ہےکہ جوکسی نبی'فرشتےکوپکارے،مددمانگےندائیں مانگےتووہ دائرہ اسلام سےخارج ہوجائےگا۔۔اوران میں شامل ہوگاجن کےخلاف رسول اللہ ﷺ نےجہاد فرمایا۔

﴿ایک سوال﴾ اگرمشرکین یہ سوال کریں کہ ہم جانتےہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق رازق اورمدبرکل ہے۔لیکن یہ صالحین اللہ تعالیٰ کےمقرب ہیں ہم ان کوپکارتےہیں اوران کےلیےنذرونیازچڑھاتے ہیں ہم ان کےپاس جاکرحاضری دیتے'مددمانگتےاورقیامت کےدن اُن کی شفاعت کےامیدوارہیں۔وگرنہ ہم تواللہ تعالیٰ ہی کوخالق ومالک قراردیتےہیں۔

﴿جواب﴾ جواباًعرض ہےکہ یہ کلام توابوجہل اوراگلےہم نواؤں کابھی تھا۔وہ اگرعیسیٰ'عزیزعلیہم السلام ملائکہ اوراولیاءکوپکارتےتھےتوان کاعقیدہ بھی یہی ہوتا تھاجیساکہ فرمان الٰہی ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾

''اورجن لوگوں نےاللہ کےسوااولیاءبنارکھےہیں(اورکہتےہیں)کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیےکرتےہیں کہ یہ بزرگ اللہ کی نزدیکی کےمرتبہ تک ہماری رسائی کردیں۔'' (زمر:3)

ایک اورمقام پرفرمایا۔

﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللّٰهِ ﴾ (یونس:18)

''اوریہ لوگ اللہ کوچھوڑکرایسی چیزوں کی عبادت کرتےہیں جونہ ان کوضرر پہنچاسکیں اورنہ نفع پہنچاسکیں اوریہ کہتےہیں کہ یہ اللہ کےپاس ہمارےسفارشی ہیں۔''

اس مقام پرغوروفکرکرناچاہیےاوراس مسئلےکی معرفتِ تامہ رکھنی چاہیےکہ کفّارِمکہ بھی تواللہ تعالیٰ کی توحیدربوبیت کی گواہی دیتےتھے۔یعنی وہ اللہ تعالیٰ کوایک خالق،رازق اورمعاملاتِ دنیاچلانےوالاجانتےمانتےتھے ۔اورجووہ انبیاءاولیاءاورملائکہ کوپکارتےدعائیں مانگتےتھےتوصرف اللہ کےحضورقربت وشفاعت کےلئے!

اس کےساتھ ساتھ کفارخصوصاًعیسائیوں کےمتعلق بھی علم ہوناچاہیےکہ بعض عیسائی ایسےبھی ہیں جوشب وروزاللہ کی عبادت کرنےوالے'دنیاسےبےرغبت'صدقہ وخیرات کرنےوالےاورلوگوں سےدورعبادت گاہوں میں زندگی گزارنےوالےہیں۔اس کےباوجودوہ کافر'جہنمی اوراللہ کےدشمن ہیں۔کیونکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اوراولیاءکےمتعلق غلط نظریات رکھتےہیں۔ان کوپکارتےان کےلئےذبیحہ اورنذرونیازچڑھاتے ہیں۔اس بات کوسمجھنےکےبعداس خالص اسلام کی صفات سمجھی جاسکتی ہیں جس کی دعوت رسول اللہ ﷺ نےدی تھی۔اوریہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہےکہ آج بہت سےلوگ اسلام سےدورہیں۔جیساکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے''بَدَأَ الاِسْلامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُودُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَأَ''اسلام ابتدائےکارمیں اجنبی تھااورپھردوبارہ یہ اجنبی ہوجائےگاجیساکہ ابتدامیں تھا۔''

اےمسلمان بھائیوں اللہ کےلئےاپنےدین کی اصل بنیادوں کومضبوطی سےتھام لو۔ابتداءسےلےکرانتہاءتک،اورسرسےلےکرپاؤں تک دینِ لاالٰہ الااللہ کی گواہی میں شامل ہوجاؤ۔کلمےکی معانی کاعلم حاصل کرو۔کلمہ اوراہل کلمہ سےمحبت کرو۔اہل اسلام کواپنابھائی تصورکرو۔اگرچہ وہ بہت سےدوردرازکےعلاقےکےکیوں نہ ہوں۔اسی طرح ہرطاغوت کاانکارکرواس کواپنادشمن سمجھو۔اہل طاغوت اوران سےمحبت کرنے والوں سےنفرت کیجئے۔یاجوطاغوت کاساتھ دیتےہوئےمسلمانوں سےجنگ کرےیاجوکفارکوکافرنہ سمجھےان سےبھی نفرت کااظہارکرو۔یاجوشخص کہےمجھےتوان کفارسےکوئی سروکارنہیں۔یااللہ نےہمیں ان کوکافر قراردینےکاپابندنہیں کیاتوتحقیق اس نےالبتہ اللہ تعالیٰ پرجھوٹ گھڑااورافتراءدازی کی۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نےمومنین کوپابندفرمایاہےکہ کفارکوکافرقراردو۔ان سےبیزاری ونفرت کااظہارکرو۔اگرچہ یہ کفاران کے رشتےدارہی کیوں نہ ہوں۔

اے عزیزان گرامی! اللہ کے لئے اس دین کو مضبوطی سے باندھ لوتا کہ تم اپنے رب سے ڈرنے لگ جاؤ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اے اللہ ہمیں حالتِ اسلام میں فوت کرنا اور نیک لوگوں میں شامل کرنا ۔ ہم خلاصہ کلام کے طور پر ایک آیت کریمہ پیش کررہے ہیں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ ہمارے زمانے کے مشرکین ان کفار سے بڑے مشرک ہیں جن کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے جہاد فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿ اِذَ مَسَّکُمُ الضُّرُّ فِی البَحرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِیَّاہُ ج فَلَمَّا نَجّٰکُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ط وَکَانَ الاِنْسَانُ کَفُوْرًا﴾ (الاسراء: 67)

’’اور سمندروں میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں تم پکارتے تھے سب گم ہو جاتے ہیں صرف اللہ باقی رہ جاتا ہے۔ اور جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تم منہ پھیر لیتے ہو۔‘‘

آپ نے دیکھا کہ اس آیت میں ان کفار کا ذکر ہوا ہے جنہیں کبھی کبھار نقصان و مصیبت کا سامنا ہوتا تو اپنے بزرگوں سرداروں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ان سے مدد طلب نہیں کرتے بلکہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی طرف توجہ کرتے اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اور عیش و آرام کی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں تو تب شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔ اب تم موجودہ دور کے مشرکین کی طرف دیکھو۔ جن میں بعض عالم ہونے کے دعویدار بھی ہیں ایسے لوگوں میں زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کرنے والے بھی ہیں لیکن وہ آزمائش و مصیبت کے لمحوں میں غیر اللہ کو پکارنے لگ جاتے ہیں ان غیر اللہ میں مشہور صوفی بزرگ معروف کرخی۔ عبدالقادر جیلانی شامل ہیں کچھ لوگ زید بن خطاب بلکہ رسول اللہ ﷺ کو پکارتے ہیں۔ ان مشرکوں میں کچھ تو اس حد تک آگے بڑھ چکے ہوتے ہیں کہ وہ طاغوت کفار اور مرتدوں سے بھی مدد مانگتے ہیں۔ جیسے کہ شمسان، ادریس ، یونس وغیرہ۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اَوَّلاً وَآخِراً وَصَلَّی اللہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَجْمَعِیْن.

تالیف از : شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

ایمان کی مضبوط ترین زنجیر

تالیف شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

الحمدللہ رب العالمین! اللہ تعالیٰ آپ کی تائیدونصرت فرمائے۔ پہلے پہل باخبر رہیے کہ ایمان کی سب سے مضبوط ترین کڑی اور زنجیر ''الحب فی اللہ و البغض فی اللہ'' ہے۔ درحقیقت اس قول کو بیان کرنے کی وجہ یہ ہے ایک گاؤں یا ایک شہر کے متعلق بات کی جارہی ہے جو مرتد ہے۔ اور ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کا تذکرہ حکمرانوں کے پاس آجاتا ہے۔ تو لوگ ان کی دنیاوی حمیت وعصبیت کی وجہ سے حمایت کرتے ہیں۔ یعنی کے ان سے تکلیف کو دور کرنے کی بات کرتے ہیں یا مسلمانوں کے نقائص کو چھپانے یا ان کے خلاف مسلمانوں کی سرگرمیوں کے متعلق اشارہ کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ افعال منافقوں سے دوستی یا موالات کہلائے گی۔ یا یہ عمل کفر ہوگا۔ اگرچہ ان لوگوں میں اتنی ہمت وطاقت ہو کہ وہ ان کو کافر اور برا بھلا کہ سکیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے سوال پوچھا گیا کہ ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ خاص طور پر جب یہ افعال کسی شخص میں پائے جائیں تو اس کے ساتھ کیسا رویہ رکھا جائے؟

(جواب اول) پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر مشرکوں' کافروں اور منافقوں کی عداوت کو فرض قرار دیا ہے۔ اور وہ سرکش بَدّ و جو اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان نہیں لاتے اور ان کا نفاق بھی مشہور ہو چکا ہو تو ان کے خلاف جہاد کرنے اور قول وعمل سے سخت رویہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملعون ہونے اور قتل کیے جانے کی پھٹکار بھی پلائی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿ مَّلْعُوْنِيْنَ ج اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴾ (احزاب:61)

''یہ لوگ ملعون ہیں جہاں کہیں ملیں پکڑ و اور قتل کر دو۔''

اللہ تعالیٰ نے مومنین و کفار میں موالات ودوستی کو ختم کر دیا ہے۔ اور ناپسند کیا ہے جو اس قسم کی دوستی رکھے گا وہ انہیں کفار میں شمار ہوگا۔ ذرا سوچئے کہ کوئی شخص کیسے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کر سکتا ہے جبکہ وہ اللہ کے ان دشمنوں سے محبت کرتا ہو جن پر شیطان غالب آچکا ہو۔ ان لوگوں نے تو اللہ کے علاوہ اوروں کو اپنا ولی بنالیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

تجد عدوی ثم تزعم اننی

صدیقک ان الود عنک ولعازب

ترجمہ: ''تو میرے دشمنوں سے محبت کرتا ہے اور پھر یہ گمان کرتا ہے تو میرا صدیق ہے۔ یقیناً محبت تجھ سے بہت دور ہے۔''

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ ایمان کے اصول وقواعد میں سے ایک عظیم اصول ہے۔ ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اس اصول کی پابندی کرے۔ یہ بات حدیث رسول ﷺ میں بھی ہے۔

((اوثق عری الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ))

ترجمہ: ''اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض کرنا ایمان کی مضبوط ترین زنجیر ہے۔''

اسی لیے اس موضوع کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کثیر فرمایا ہے۔

﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ﴾ (آل عمران:28)

اس آیت کے متعلق بعض مفسرین کا قول ہے۔ کفار سے دوستی رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ بعض کافروں سے قرابت داری یا قبل از اسلام دوستی ہو یا پھر کوئی اور معاشرتی وسماجی تعلق کیوں نہ ہو پھر بھی ان سے دوستی منع ہے ''مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ'' کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا کفار کو چھوڑ کر مومنوں سے تعلق قائم رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ مومنوں کے مقابلے میں کفار کو ترجیح نہ دو۔ اور جو شخص کفار سے دوستی کرے گا تو اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ یعنی وہ اللہ کی ولایت اور محبت سے مکمل طور پر علیحدہ ہو جائے گا۔ اور یہ بات عقل میں بھی آتی ہے کیونکہ کسی دوست اور اس کے دشمن دونوں سے محبت کرنا ناممکن اور ایک دوسرے کے منافی ہے۔ (اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً) کا مطلب یہ ہے مسلمانوں کی کفار سے دوستی کی صرف اس وقت رخصت ہے جب (مسلمانوں کا کمزور ہونے کے سبب) مسلمان خوف زدہ ہوں اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی مجبوری ہو۔ اور مسلمان مقہور ومجبور ہوں اور کفار سے اظہار پر قادر نہ ہوں تو تب جا کر صرف ظاہری تعلق قائم کرنے کی رخصت ہے۔ دل سے مسلمانوں کو کفار سے بغض ونفرت پر مطمئن رہنا چاہیے۔ اور اس مجبوری کے ختم ہونے کا منتظر رہنا چاہیے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

﴿ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ م بِالْاِيْمَانِ ﴾ (النحل:106)

''مگر جو شخص مجبور کر دیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس آیت میں ''تقیہ'' سے مراد عمل سے ڈرنا نہیں بلکہ زبان سے ڈرنا مراد ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ کفار کو اپنا دوست اور راز دار بنائیں ہاں اگر کفار غالب ہوں تو صرف ان سے ظاہراً اظہار دوستی کرنا چاہیے اور دینی لحاظ سے مخالفت ہی کرنا چاہیے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اسی آیت کے متعلق ہے جسے ابن جریر رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا

ہے۔ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ ﴾ (آل عمران:118)

''اے ایمان والو! تم اپنا ولی دوست ایمان والوں کے سوا کسی کو نہ بناؤ۔''

اس آیت کے ضمن میں امام قرطبی کا قول ہے کہ:''ان کفار کو اپنا خاص جگری راز دار نہ بناؤ'' اسی طرح ایک مقام پر فرمان الٰہی ہے''اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے ظالموں کو اللہ ہرگز راہِ راست نہیں دکھاتا۔ آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے۔ایسا نہ ہو کوئی حادثہ ہم پر پڑ جائے بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے۔ یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز لائے۔ پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر بے طرح نادم ہونے لگیں گے۔ اور ایمان دار کہیں گے کیا یہی وہ لوگ ہیں جو بڑے مبالغہ سے اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کے اعمال غارت ہوئے اور یہ نا کام ہوگئے۔ اے ایمان والو تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی۔ وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر' اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہ کریں گے۔(مائدہ 51 تا 54)

حضرت حذیفہ ﷛ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ یہودی یا عیسائی بن جائیں اور ان کو خبر ہی نہ ہو کیونکہ حکم الٰہی ہے'' جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انہی میں سے ہوگا'' اور آیت ''فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ'' (مائدہ:54) آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں۔ کے متعلق امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ منافقین یہودیوں کے کارخانوں میں کام کرتے تھے۔ اور دیگر کئی قسم کے تعلقات رکھتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ یہودیوں کے بچوں کو دودھ پلانے کی مزدوری بھی کرتے تھے۔ حضرت علی ﷛ اس آیت ''اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ'' وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر۔ کے متعلق فرماتے ہیں۔ مومنوں کو اپنے دین والے ساتھیوں پر بڑا نرم دل ہونا چاہیے اور دین کے مخالفین کے ساتھ سختی سے پیش آنا چاہیے۔ یہ معانی دیگر سلف صالحین سے بھی مروی ہیں۔

فرمان الٰہی ہے کہ ''مسلمانو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی مذاق بنائے ہوئے ہیں۔ خواہ وہ ان میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے یا کفار ہوں۔'' (مائدہ:57)۔ ایک اور مقام پر فرمایا ''ان میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں جو کچھ انہوں نے اپنے لیے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔'' (مائدہ:80)۔ اور فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ (توبہ:73)

''اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سخت ہو جاؤ ان کی اصلی جگہ دوزخ ہے جو نہایت بدترین جگہ ہے''۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار اور اسلام کے دعوے دار منافقوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور قولاً فعلاً سخت ترین رویہ اختیار کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کفار سے تلوار کے ساتھ اور منافقوں کے زبان سے جہاد کرنا چاہیے''وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ'' کا مطلب ہے کہ نرم رویہ چھوڑ دو۔ عبداللہ بن مسعود ﷛ آیت (جَاهِدِ الْكُفَّارَ) کے متعلق فرماتے ہیں پہلے ہاتھ سے جہاد کرو اگر استطاعت نہ ہو تو زبان پھر دل سے جہاد کرو۔ اگر کبھی آمنا سامنا ہو جائے تو ترش روی سے پیش آؤ۔ یعنی چہرے کا رنگ غیض و غضب سے تبدیل ہو جائے۔'' اس روایت کو ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے امام بیہقی رحمہ اللہ نے مرفوعاً شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

فرمان الٰہی ہے۔

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ ﴾ (مجادلۃ:22)

اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے۔ گو وہ ان کے باپ یا بیٹے کیوں نہ ہوں۔''

اس آیت میں ایسے افعال کرنے والوں کے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ اگر چہ وہ لوگ محبت' پیار' اور عقیدت اپنے والدین بھائی بیٹوں کے ساتھ بہت زیادہ ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔

فرمان الٰہی ہے۔

﴿ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ﴾ (ہود:113)

''دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا ورنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی''۔

ابن مبارک رحمہ اللہ تفسیر فرماتے ہیں''کفار کی طرف ذرہ برابر بھی مائل نہ ہوا جائے''۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں''ان کی اطاعت کرو اور نہ ان سے محبت کرو۔ اور ان کو اپنے معاملات و حکومت کا ولی نہ بناؤ۔ جیسے کہ آج کل فاسق فاجر حکمران بنے بیٹھے ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں''جس شخص نے کفار کو دوات تیار کر کے دی یا قلم تراش کر دیا یا لکھنے کو کاغذ مہیا کیا تو وہ بھی ان میں شامل ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں جن امور سے منع فرمایا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

1) کفار کی خواہشات کی پیروی کرنا۔
2) دوسروں سے جدا ہوکر کفار کے بن کر رہنا۔
3) ان کی مجلسوں میں حاضر ہونا۔
4) کفار سے میل جول رکھنا۔
5) ان کے کاموں سے راضی رہنا۔
6) کفار کی مشابہت اختیار کرنا۔
7) کفار کی طرح کا تشخص (لباس وغیرہ) قائم کرنا۔
8) کفار کی عیش وعشرت کی طرف نگاہِ حسرت سے دیکھنا۔
9) کفار کا ذکر تعظیم کے ساتھ کرنا۔

یہ تمام امور ایک طرف اس آیت کے الفاظ پر غور کرو کہ تم کفار کی طرف ذرا برابر بھی مائل نہ ہو؟

فرمان الٰہی ہے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ﴾

''اے ایمان والو میرے اور خود اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ تم تو دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو''۔ (ممتحنہ:1)

واضح رہے کہ یہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی جب آپ ﷺ نے مشرکوں کو ایک خط لکھ کر رسول اللہ ﷺ کی مکہ روانگی کا راز ظاہر کر دیا تھا۔اور گذشتہ آیتِ مجادلہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔جب انہوں نے بدر کی جنگ کے موقع پر اپنے والد کو قتل کر دیا تھا۔(روایت طبرانی،حاکم)۔اسی طرح ابن جریج سے روایت ہے کہ ابوقحافہ نے ایک بار نبی اکرم ﷺ کو گالی دی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے والد قحافہ کو تھپڑ دے ماری۔اس واقعے کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوا تو آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔کیا تم نے ایسا کیا تھا؟ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں تلوار دے مارتا۔اس واقعے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (رواہ ابن المنذر) یہ واقعہ ابتدائے اسلام کا لگتا ہے۔کیونکہ ابوقحافہ فتح مکہ کے بعد اسلام لے آئے تھے۔ظاہر ہے اسلام قبول کرنے کے بعد تو انہوں نے ایسا کام نہ کیا ہوگا۔اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب سے ہجرت کر کے مکہ سے روانہ ہوئے تو اس وقت سے لے کر والد محترم کے اسلام قبول کرنے تک مکہ واپس نہ آئے تھے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔جو شخص صرف اللہ کے لئے محبت کرے گا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض و دشمنی اختیار کرے تو بے شک اس نے اللہ کو اپنا ولی مقرر کر لیا ہے،ابونعیم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی کو وحی فرمائی کہ فلاں عبادت گزار بزرگ کو کہو تم نے جو زُہد دنیا اختیار کیا ہے تو اپنے نفس کو راحت وسکون پہنچانے کے لیے اور جو تو میری طرف ہوکر سب سے جدا رہتا ہے تو صرف اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز ثابت کرنے کے لیے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں تیرے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔اس عبادت گزار نے دعا کی اے میرے رب مجھ پر اور کیا ذمہ داری ہے؟ تو فرمایا تو نے میرے لئے کسی کو دوست بنایا یا میرے لئے کسی سے دشمنی کی۔''

فرمان الٰہی ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴾ (انفال:73)

کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہوگا اور زبردست فساد ہو جائے گا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے مابین موالات کی تاکید فرماتے ہوئے کفار سے دوستی کا انقطاع فرمایا ہے۔اور باخبر فرمایا ہے کفار ایک دوسرے کے دوست ہیں اگر مومنین ایسا نہ کریں تو بڑے بگاڑ اور فساد میں مبتلا ہو جائیں گے۔اور ایسے لوگ فتنوں اور مصائب کا شکار ہو کر رہے۔

عزیزان گرامی! دین اسلام کی تکمیل' جہاد کے جھنڈے کی سربلندی' نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کے فرائض کی بجا آوری صرف اور صرف الحب فی اللہ اور البغض فی اللہ اور اللہ کے لئے عداوت و دشمنی سے ہی ممکن ہو سکتی ہے۔اور اگر لوگ اس طریقے کو چھوڑ کر دوسرے راستے کی طرف گامزن رہے یعنی انہوں نے محبت و عداوت کے تقاضوں میں فرق محسوس نہ کیا تو نہ صرف حق و باطل بلکہ مومنین و کفار میں بھی کوئی امتیاز اور فرق نہ رہے گا۔اور نہ ہی اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطٰن میں فرق کا کچھ پتہ چلے گا۔

چند احادیث

1) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لئے بغض کرنا ایمان کی مضبوط ترین زنجیر ہے۔''(مسند احمد)
2) ایک اور مرفوع حدیث میں دعائے رسول ﷺ ہے کہ''اے اللہ فاسق وفاجر کو مجھ پر احسان کرنے سے بچانا اور کوئی فاجر میری ایسی مدد کرے جس سے میرے دل میں اس کے لئے محبت پیدا ہو جائے

۔کیونکہ مجھ پروحی ہوتی ہے کہ''اے نبی آپ اللہ اورروزِ قیامت پرایمان لانے والوں کواللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سےمحبت کرتا ہوا نہ پائیں گے''۔(ابن مردویہ)

3) ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''تمام اعمال سے افضل ترین عمل الحب فی اللہ و البغض فی اللہ ہے''۔(ابوداؤد)

4) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ''روزِ قیامت آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا ہوگا(یعنی اگر کفار سے محبت ہوگی یا ادا کاراؤں سے تو اپنا حشر انہی کے ساتھ دیکھے گا۔مترجم)۔(بخاری ومسلم)

5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''اپنا ساتھی مومن کے علاوہ کسی کو نہ بناؤ' اورتمہارا کھانا صرف متقی لوگ کھائیں''۔(ابن حبان)

6) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ''جوشخص جس قوم سے محبت کرتا ہوگا اسکا حشر روزِ قیامت انہی میں ہوگا''۔(طبرانی)

7) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ''شرک اس قدر مخفی ہوتا ہے جتنی اندھیری رات کوایک چٹان پر رینگنے والی چیونٹی کی آہٹ مخفی ہوتی ہے۔اورادنیٰ ترین شرک یہ ہے کہ تم کسی سے اس کے ظلم کی وجہ سے محبت کرو'یا تم کسی سے اس کے عدل کی وجہ سے نفرت کرو۔اوردین اسلام الحب فی اللہ و البغض فی اللہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں''کیونکہ فرمان الٰہی ہے ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران:31)''اے نبی کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو میری اطاعت کرو'اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔(رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے' کسی ظالم سے محبت اورکسی عادل سے بغض کرنے' اگرچہ بہت کم ہی کیوں نہ ہو کو شرک سے تعبیر فرمایا ہے۔ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ کے دشمنوں' کفار اورمنافقین کے ساتھ دوستی سے باز رہیں۔

8) بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ''تم کسی منافق کواپنا سردار نہ کہو۔کیونکہ اگر یہ منافق تمہارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو ناراض کردیا''(ابوداؤد'نسائی)اورحاکم کے الفاظ یوں ہیں''جب کوئی شخص کسی منافق کو کہتا ہے اے میرے آقا!تو تحقیق اس نے اپنے رب کوغضبناک کردیا۔

9) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ''جوشخص اپنی قوم کی ناحق مدد کرتا ہے اس کی مثال اس اونٹ جیسی ہے جو کنویں میں گر گیا ہو اورلوگ اس کی دم کو پکڑ کر اسے باہر کھینچ رہیں ہوں۔(ابوداؤد'ابن حبان)

ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔اس حدیث کامعنی یہ ہے کہ ایسا شخص ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہورہا ہے۔کیونکہ کوئی اونٹ جب کنویں میں گر جاتا ہے تو یہ اس کے لئے ہلاکت ہوتی ہے اوراگر اس کی دم پکڑ کر اس کو باہر نکالنے کی کوشش کریں تو ہرگز اس کو اس مصیبت سے چھٹکارا نہیں مل سکتا۔

اس موضوع کی اوربھی بہت احادیث ہیں مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں

☆☆☆☆

فصل اول

اس فصل میں ہم سلف صالحین کے آثار میں سے چند کا ذکر کررہے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے''اے ایمان والوتم اپنا ولی دوست ایمان والوں کے سوا کسی کو نہ بناؤ'تم نہیں دیکھتے دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے ،وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو،ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہوچکی ہے۔اورجو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ہم نے تمہارے لیے آیتیں بیان کردیں۔اگر عقلمند ہوتو غور کرو۔ہاں تم تو انہیں چاہتے ہو'اوروہ تم سے محبت نہیں کرتے تم تو پوری کتاب کو مانتے ہو'(وہ نہیں مانتے پھر یہ محبت کیسی؟)یہ تمہارے سامنے تو اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن تنہائی میں مارے غصے کے انگلیاں چباتے ہیں۔کہہ دو اپنے غصہ میں ہی مرجاؤ'اللہ تعالیٰ دلوں کے راز بخوبی جانتا ہے۔(آل عمران:117 تا119)

ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔بعض مسلمان یہودیوں سے تعلق قائم کئے ہوئے تھے ایام جاہلیت میں پڑوسی اورمعاہدوں کی وجہ سے یہ تعلقات بڑھے۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انہیں فتنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے یہودیوں کو رازدار بنانے سے منع کردیا۔ابن عباس اسی آیت کے متعلق مزید فرماتے ہیں کہ یہ لوگ منافقین مدینہ تھے۔(رواہ ابن ابی حاتم)۔ایک مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا۔ہمارے یہاں ایک اہل حیرہ کا لڑکا ہے(جو یہودی تھا)جو بہت اچھا کاتب اورحفاظت کرنے والا ہے۔اگر آپ اسے اپنا کاتب بنالیں تو!یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے۔اگر اسے ہم اپنا کاتب بنالیں تو گویا ہم نے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنالیا ہے۔(رواہ ابن ابی شیبہ)

حضرت ربیع رحمہ اللہ اس آیت ﴿ لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً ﴾ کے ضمن میں فرماتے ہیں''منافقوں کو اپنی صفوں میں شامل مت کرو' مومنوں کو چھوڑ کر ان سے دوستی نہ لگاؤ''تفسیر قرطبی میں اس آیت کی تشریح یہ ہے ''اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے مومنوں کو کفار یہودیوں اورخواہشات کے پیروکار منافقوں سے دوستی لگانے اورجگری رازدار بنانے سے منع فرمایا ہے۔کیونکہ مثل مشہور ہے۔''ہروہ شخص جو تیرے دین ومذہب کے خلاف ہے تمہارا اسے اپنا خاص دوست بنانا زیب نہیں دیتا۔اوریہ بھی کہا جاتا ہے کہ''کسی شخص کا حال معلوم کرنا ہے تو اس کے دوست کے متعلق سوال کرو کیونکہ ہرشخص اپنے ہم نشین کی ہی پیروی کرتا ہے۔اس معنوں میں ایک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث رسول بھی''المرء علی دین خلیله فلینظر أحدکم من یخالل''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تم دیکھو کہ تمہارا دوست کون ہے؟۔عبداللہ بن

مسعودؓ کا قول ہے کہ ''لوگوں پر اعتبار ان کے دوستوں کے لحاظ سے کرو پھر آپ نے ''لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا'' کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ''اس کا مطلب ہے کہ کفار تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہ کریں گے۔'' حضرت موسیٰ اشعریؓ نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو اموال کا حساب پیش کیا۔ آپ نے سراہتے ہوئے فرمایا تمہارا کاتب کہاں ہے تاکہ وہ لوگوں کو یہ حساب کتاب پڑھ کر سنائے۔ ابو موسیٰؓ نے کہا وہ مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا! پوچھا کیوں کیا وہ حالت جنابت میں ہے؟ عرض کیا وہ عیسائی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا۔ ان کفار کو اپنے قریب نہ کرو اللہ نے تو ان کو دور کر دیا ہے۔ انہیں عزت دار امانت دار نہ سمجھو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو انہیں حقیر اور خائن قرار دیا ہے۔ امام محمد بن وضاح رحمہ اللہ کی کتاب میں یہ روایت موجود ہے کہ ''جو شخص کسی بدعتی کی مجلس میں بیٹھتا ہے تو وہ اسلام کی عمارت کو گرا رہا ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''تمہارے اسلاف صحابہ کرامؓ اہل بدعت کے خلاف اپنی زبانوں سے گواہی دیتے اور دل سے ان کو برا جانتے۔ اور لوگوں کو بدعات سے خبردار بھی کرتے تھے۔'' حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''اہل بدعت کی محفلوں میں مت بیٹھو۔ اس سے تمہارا دل بیمار ہو جائے گا۔ ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اہل بدعت سے بات چیت بھی نہ کرو کیونکہ میں ڈرتا ہوں تمہارا دل دین سے پھر نہ جائے۔'' یہ تمام آثار محمد بن وضاح رحمہ اللہ' کی کتاب سے لئے گئے ہیں''۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''اللہ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے' ذرا غور کیجئے! سلف صالحین کا اہل بدعت کے خلاف کیسا کلام ہے۔ اس کلام میں بدعتیوں اور اہل ضلالت کی مخالفت اور ان کی محفلوں سے روکا جا رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر کفار اور منافقین کی محفلوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اور یہ سرکش اعرابی جو اللہ اور اس کے رسولﷺ پر ایمان نہیں لاتے۔ ان کی حالتوں کو سنوارنے اور ان کے فوائد و آرام کی خاطر کوشش و کاوش کرنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ تو دو قسم کے لوگ ہیں یعنی یا تو کافر ہیں یا منافق!

ان لوگوں میں اسلام کی حقیقی معرفت والے بہت کم ہیں۔ اور وہ بھی ان کے سردار اور بڑے' جن کے حشر بھی روزِ قیامت انہی میں سے ہوگا۔ فرمان الٰہی ہے۔

﴿ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَھُمْ وَمَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴾ (صافات:22)

''ظالموں کو اور ان کے ہمراہیوں کو اور جن جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے ان سب کو جمع کر کے دوزخ کی راہ دکھا دو''

اور آیت ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ کا مفہوم بھی گذشتہ آیت جیسا ہے اور یہ حدیث تو گذشتہ صفحات پر گزر چکی ہے کہ ''جو شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہو اس کا حشر بھی انہی لوگوں میں ہوگا''۔

☆☆☆☆

فصل دوم

تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کفار کی دوستی سے سختی سے منع فرمایا ہے اور خبردار کیا ہے کہ جو بھی کفار سے دوستی کرتا ہے وہ ان میں شامل ہے اور اس طرح احادیث رسول بھی مومنوں کو خبر دیتی ہیں کہ جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو ان کا حشر بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوگا کتاب و سنت و آثار سلف سے درج ذیل احکام اور امور کا علم ہوتا ہے۔ جو شخص جب ایسے افعال کو مرتکب ہوگا تو مذکورہ بالا تمام آیات کو مصداق بن جائے گا۔ جہنم کی وعید اس کا مقدر ہوگی اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب اور گرفت سے محفوظ رکھے۔

(1) کفار سے عام دوستی رکھنا۔

(2) کفار سے خصوصی محبت و مؤدت رکھنا۔

(3) کفار کی طرف تھوڑا بہت مائل ہونا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ''اگر ہم آپﷺ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ آپ ان کی طرف قدرے مائل ہی ہو جاتے پھر تو ہم بھی آپﷺ کو دوہرا عذاب دنیا کا کرتے اور دوہرا ہی موت' پھر آپ تو اپنے لئے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار نہ پاتے''۔ (اسراء:73-74) دیکھئے جب یہ حکم مخلوقات میں سے سب سے اشرف انسان کو دیا جا رہا ہے تو میں آپ کیا چیز ہیں۔؟

(4) کفا کی خاطر مدارات کرنا اور نرم رویہ اختیار کرنا۔

(5) کفار کی اطاعت کرنا اور ان کے اشاروں پر چلنا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْھِنُ فَیُدْھِنُوْنَ﴾ (قلم:9) ''یہ کفار تو چاہتے ہیں کہ آپ ذرا ڈھیلے ہوں یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں' اور سورہ کہف:28 میں فرمایا ''دیکھ اس کی اطاعت نہ کرنا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا ''ہر جھوٹی قسمیں کھانے والے' حقیر کی اطاعت نہ کرو۔'' (قلم:10)

(6) کفار کا مسلمان حکمرانوں کے پاس آنا جانا اور مجالس برپا کرنا۔

(7) کفار سے اپنے معاملات کے متعلق مشورہ کرنا۔

(8) کفار کو مسلمانوں کا عامل مقرر کرنا۔ یعنی کسی معاملے' حکومت' یا معاہدے کا نگران بنانا۔

(9) مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دلی محبت قائم کرنا۔

اسکے علاوہ درج ذیل تمام امور حرام ہیں جن کو ہم ترتیب وار ذکر کر رہے ہیں:

(10) کفار کی مجلسوں محفلوں میں آنا جانا۔

(11) کفار کے لئے خوش دلی، خندہ پیشانی سے پیش آنا۔

(12) ان کو عزت واکرام دینا۔

(13) ان کو امانت دار سمجھنا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خائن قرار دیا ہے۔

(14) کفار کی مدد کرنا اگر چہ کسی تھوڑے کام ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے قلم و دوات مہیا کرنا جن سے وہ اپنے ظلم وستم جو مسلمانوں پر کرتے ہیں تحریر کریں۔

(15) کفار سے خیر خواہی کرنا۔

(16) ان کی خواہشات کی پیروی کرنا۔

(17) کفار کی محبت و معاشرے میں رہنا۔

(18) کفار کے کاموں پر خوش ہونا۔ ان کی مشابہت اختیار کرنا۔ ان جیسا لباس اختیار کرنا۔

(19) ایسے الفاظ سے کفار کا ذکر کرنا جن میں ان کی عظمت جھلکتی ہو۔ مثلاً ان کو حاکم اور آقا کہہ کر پکارنا۔ یا کسی طاغوت کو آقا کہنا۔ جیسے کہ لوگ علم طب والے حکیم ڈاکٹر کہتے ہیں۔

(20) ان کے ممالک میں رہائش اختیار کرنا۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے "جو مشرکین سے ملاپ رکھے اور ان کے ساتھ رہائش اختیار کرے تو وہ ان کے مثل ہے۔ (ابوداؤد)

خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا تمام امور واضح ہو چکنے کے بعد اب اس بات میں کوئی فرق نہیں رہا کہ وہ ایسے کام کسی قریبی عزیز کے ساتھ کیے جا رہے ہوں یا اغیار کے ساتھ (جیسا کہ گذشتہ سورۃ مجادلۃ میں گزر چکا ہے۔)
لہٰذا اب وہ لوگ جو خاندانی حمیت و عصبیت کی وجہ سے ان کی حمایت کریں یا ان پر ہونے والے مصائب کو دور کرے۔ یا مسلمانوں کی سرگرمیوں جو ان کے خلاف ہوں، تذکرہ کرے ایسے لوگوں کو جو بہت گہرے ہمدرد، دوست ہوں لیکن مرتد، کفار اور منافق کہلائیں۔ جو ہمیں ایسے لوگوں پر اہل کفار سے بڑھ کر سختی کرنی چاہیے کیونکہ ایسے منافقین جانتے بوجھتے اللہ کے دشمن بنے بیٹھے ہیں۔ یہ لوگ حق کو پہچاننے کے بعد منکر حق اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں۔ (اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے)
اگر کوئی شخص کسی ظالم کی مدد کرتا ہے تو گویا وہ اس کے ظلم میں برابر کا شریک ہے۔ ذرا سوچیے۔ اس شخص کا کیا بنے گا جو کفار و منافقین کی ان کے کفر و نفاق کے باوجود ان کی مدد کرتا ہے جب کوئی شخص کسی ظلم کرنے والے مسلمان کی، حاکم کے سامنے پیش کردہ مسئلے میں مدد کرتا ہے تو وہ بھی ظلم میں شریک ہوتا ہے۔ تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو کفار کی مدد کرتا اور امراء کے پاس ان کی حمایت کرتا ہے۔ ایسا ہی حال ان العزّ امیہ (ایک قبیلہ) والوں کا ہے۔ جو ناحق لوگوں کے مال ہڑپ کرتے ہیں۔ اور اپنے سردار کی خدمت میں مال صرف اس لئے پیش کرتے ہیں کہ وہ کفار کی مدد کرے۔ ایسے لوگوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو کفار کو محبت بھرے پیغام بھیجتے ہیں۔ تاکہ وہ ان کی عزت و تکریم کریں جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔
لیکن یہ واضح رہے کہ کسی مظلوم و مقہور مسلمان سے مصائب و تکالیف دور کرنا۔ ان کے حق میں دوڑ دھوپ کرنا اور سفارشیں پیش کرنا ایک اچھا اور احسن فعل ہے۔ مگر کسی مرتد کی لغزشوں اور کرتوتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اس کی عزت تو بہت دور کی بات ہے۔ اس مسئلے کے متعلق ہم ایک روایت آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ جو مسند احمد، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ترمذی میں بھی موجود ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یوم بدر کو تمام قیدی لائے گئے ان قیدیوں میں عباس رضی اللہ عنہ بھی جو رسول اللہ ﷺ کے چچا محترم تھے۔ شامل تھے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا "ان قیدیوں کے متعلق تمہارا کیا مشورہ ہے۔؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ آپ کی قوم اور آپ کے رشتے دار ہیں۔ انہیں چھوڑ دو شاید اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے اور یہ ہدایت پا جائیں۔ (مسند احمد کے الفاظ کچھ یوں ہیں) "آپ ان کو معاف کر دیں اور سے زرِ تاوان وصول کر لیں۔ لیکن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اے اللہ کے رسول ﷺ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی تکذیب کی آپ کو مکہ سے نکالا، آپ کے خلاف جنگ کی، ان کی گردنیں اڑا دیں۔ یہ سن کر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اور گھر تشریف لے گئے۔ پھر جب آپ گھر سے واپس تشریف لائے تو فرمایا۔ اے ابوبکر تمہاری مثال ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا "اے اللہ جو میری اتباع کرتے ہیں وہ تو مجھ میں شامل ہیں اور جو نافرمان ہیں، تو تو بڑا معاف کرنے، رحم کرنے والا ہے۔" اور اے عمر تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے یہ دعا مانگی تھی "اے میرے رب، اس سرزمین پر کافروں کا کوئی گھر آباد نہ رہنے دینا۔" اور فرمایا "اے لوگوں معاملہ تم پر ہے۔ ان کافروں کو فدیہ یا قتل کئے بغیر مت چھوڑنا رسول اللہ ﷺ کے اس حکم پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ط تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ق وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ o لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ o ﴾ (انفال: 67-68)

"نبی کے ہاتھ میں قیدی نہیں چاہئیں جب تک کہ ملک میں اچھی طرح خونریزی کی جنگ نہ ہو جائے تم تو دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے۔ اور اللہ زور آور اور باحکمت ہے۔ اگر پہلے ہی

سے اللہ کی طرف سے بات لکھی نہ ہوئی ہوتی تو جو کچھ تم نے (مال) لیا ہے اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی۔

اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں یہ وضاحت موجود ہے۔ کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا "قریب تھا کہ تمہاری مخالفت سے ہمیں نقصان پہنچتا" اسی طرح ابن المنذ راور ابن مردویہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ "قریب تھا کہ ہمیں ابن خطاب کی مخالفت سے عذابِ عظیم پہنچتا اور اگر عذاب نازل ہو جاتا تو صرف عمر (رضی اللہ عنہ) ہی بچ پاتے!"

مذکورہ بالا آیات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک اختیاری رائے کے متعلق نازل ہوئی تھی جو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیر خواہی میں پیش کی تھی۔ تو ایسے لوگوں کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جو کفار کے لئے کسی دینی غرض کے لئے نہیں بلکہ دنیاوی تعلقات کی وجہ سے اچھے جذبات رکھتے ہیں ان کے سامنے اللہ کی خوشنودی نہیں بلکہ دنیا کی لالچ ہوتی ہے۔

ایک اعتراض! اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جو تشبیہ پیش فرمائی ہے اس میں آپ کی مذمت تو بیان نہیں ہوئی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تشبیہ "ابراہیم علیہ السلام" عیسیٰ علیہ السلام" اور میکائیل علیہ السلام کے ساتھ بیان فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جبرئیل علیہ السلام" نوح علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بیان فرمائی۔

جواب یہ جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی موافقت" ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بیان کی گئی ہے یہ صرف رحم دلی" نرم و شفیق ہونے کی وجہ سے ہے۔ نہ کہ خاص طور پر اس مسئلہ کی وجہ سے بیان کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب اللہ کے مطابق صحیح اور درست رائے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی اور عذاب کی آیات نازل ہوئی ہیں وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اجتہادی رائے کے متعلق تھیں۔

ذرا سوچیئے۔ ایسے لوگوں کا کیا بنے گا جو کفار سے خیر خواہی برتتے" نرم دلی کرتے ہوئے ان کے خلاف جہاد کی بات نہیں کرتے۔ اور کفار پر سخت گرفت نہ کرنے کے مشورے دیتے پھرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی یہ سرگرمیاں کسی شرعی تقاضوں کی بنا پر نہیں بلکہ صرف دنیاوی محبت اور غرض و غایت پر مبنی ہوتی ہیں۔

کچھ لوگ کفار اور منافقین کے خلاف ایک مقصد کے پیش نظر سخت رویہ اختیار نہیں کرتے۔ اگر یہ مقصد تالیف قلبی کے طور پر ہے کہ ایسا کرنے سے یہ لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں گے یا عنقریب دخولِ اسلام کا وعدہ کرتے ہیں تو مصلحت کا تقاضا بھی ہے کہ کم از کم کچھ مدت کے لئے ایسا کام جائز ہے۔ اور اگر مقصد یہ ہے کہ مسلمان کفار سے جہاد نہ کریں اور تعذیب و تغلیظ سے پیش آئیں تو یہ مقصد غلط ہے۔ ایسے مقاصد رکھنے والے کفار کے سب سے بڑے مددگار ہوتے ہیں۔ اور یہ دوستی صرف قریب رہ کر ہی نہیں بلکہ کوسوں دور رہ کر بھی کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

سهم أصاب ورامیه بزی سلمٍ

من باالعراق لقد أبعدت مرماک

ترجمہ شعر: "ہمیں ان کی طرف تیر آن لگا ہے اور تیر انداز عراق کے شہر ذی سلم کا ہے۔ اے تیر انداز تیرے نشانے تو بہت دور تک جاتے ہیں۔"

اور جو شخص مسلمان مرتدوں کی کمزوریوں کو چھوڑنا اور ان سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہئے وہ عندالفقہاء گناہ گار ٹھہرے گا۔ کیونکہ مرتد اپنے ارتداد کے دور میں مسلمانوں کے جو نقصان کرتا ہے اس کا تاوان خود مرتد کو ہی ادا کرنا پڑے گا۔ خصوصاً ایسا مرتد جو بار بار اسلام کو ترک کرتا رہتا ہے۔ ایسے مرتدوں کا مقصد زندگی صرف اور صرف راہ زنی اور قتل و غارت گری ہوتی ہے۔ ان کو اسی راہ پر چھوڑ دینا اور ان پر کوئی گرفت نہ کرنا ان کے گناہ اور زیادتی میں معاونت کے برابر ہے۔ لہٰذا جب ایسے قبیح افعال بعض لوگوں کے نزدیک جائز ٹھہرے تو ان بڑوں کے لئے ارتداد کے دروازے کھل گئے۔ اور یہ بد گروہ در گروہ ٹوٹ پڑے۔ ایسے لوگوں کو کھلم کھلا چھوڑ دینا بعض اوقات امراء کی مصلحت کے پیش نظر تو درست ہوسکتا ہے۔ وگرنہ ہر حال میں چھوڑنا اور ان سے کوئی سروکار نہ رکھنا کسی صورت میں درست نہیں ہوسکتا..............................

اب ہم واپس اس سوال کی طرف لوٹتے ہیں مذکورہ بالا تمام کام کرنا کیا منافقین سے دوستی کے مترادف ہے یا کفر ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ "اگر دوستی اور موالات کفار کے علاقوں میں رہتے ہوئے کی جارہی ہے اور دوستی کرنے والا مسلمان، کفار کے ساتھ مل کر قتال میں لیتا ہو تو ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ "تم میں سے جو (کفار کے ساتھ) دوستی کرے گا وہ ان میں شامل ہے"۔ (مائدہ: **51**) ایک اور مقام پر فرمایا "اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو! جب تک وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہوا!" اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو مشرکین سے میل ملاپ رکھے اور ان کے ساتھ رہائش اختیار کرے تو وہ انہی کے مثل ہے۔" ایک اور حدیث میں فرمایا "میں اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے۔" (ابوداؤد)

اور اگر یہ دوستی مسلمان ممالک میں آنے والے کفار کے ساتھ ہو تو یہ گناہ گار اور وعید کا مستحق ٹھہرے گا۔ اور اگر یہ دوستی کفار کے دین کی وجہ سے ہو تو ایسی دوستی کرنے والے کو کفار سے دور رہنے اور آدابِ اسلام کا حکم لگایا جائے وگرنہ ایسا شخص کفار کے مانند ہی کہلائے گا۔ کیونکہ جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اس کا حشر روز قیامت ان کے ساتھ ہی ہوگا۔ لیکن سوال کرنے والے کو اپنے قول "دنیاوی حمیت و عصبیت" پر غور کرنا چاہیے۔ یعنی اس کا کہنا یہ ہے کہ کفار کی حمایت دنیاوی عصبیت کی وجہ سے ہے۔ ممکن ہے یہ حمایت آہستہ آہستہ اس کے دل میں محبت بھی جگہ پکڑ لے۔ اور اگر وہ کفار سے اللہ کے لئے بغض و نفرت اور عداوت نہیں کرتا اور اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل کرتا رہتا ہے۔ اور کسی کو ناراض بھی نہیں کرتا۔ اس شخص کی مثال ابن القیم رحمہ اللہ کے اس شعر کی مانند ہے۔

تحبُّ اعراء الحبیب و تدَّعی

حبَّالة ، ما ذاک فیٔ امکان

تم اپنے محبوب کے دشمنوں سے محبت کرتے ہواور اس کے ساتھ ساتھ اپنے محبوب سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہو،یہ کچھ ممکن بات تو نہیں؟

اب رہا سوال کرنے والے کا یہ قول کہ''اگر کوئی شخص یہ استطاعت نہیں رکھتا کہ وہ ایسے لوگوں کو کافر اور برا کہہ سکے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کرنے والا یا تو ان مرتدوں کے کفر میں شک کرتا ہوگا یا جاہل ہوگا۔ یا وہ دل سے اقرار تو کرتا ہوگا کہ یہ لوگ کافر ہیں لیکن ان کا سامنا کرنے اور ان کی تکفیر کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہوگا۔ یا وہ بات گھما پھرا کر کہتا ہوگا کہ ''ان کے علاوہ لوگ کافر ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ یہی لوگ کافر ہیں۔ تو ایسے شخص کو اگر وہ شک کرنے والا یا جاہل ہو تو قرآن وسنت کے دلائل کے ذریعے ان کے کفر کو واضح کیا جائے۔ اگر وہ شخص پھر بھی شک کرتا اور متردد رہتا ہے تو وہ علماء کے اجماع کے مطابق کافر ہوگا۔ کیونکہ جو کسی کافر کے کفر میں شک کرتا ہے وہ کافر ہوتا ہے۔ اور اگر وہ اقرار کرے یہ لوگ کافر تو ہیں لیکن وہ ان کی تکفیر کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ بزدل اور گناہ گاروں میں شامل ہوگا۔ فرمان الٰہی ہے۔

﴿وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُوۡنَ﴾ (قلم: 9)

''یہ لوگ چاہتے ہیں آپ انہیں ڈھیل دیں تو یہ بھی آپ کو ڈھیل دیں گے۔''

اور اگر وہ کہے کہ ایسے مرتدوں کے علاوہ لوگ کافر ہیں اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہی لوگ کافر ہیں ایسا قول کہنے والا گویا ان پر اسلام کا حکم لگا رہا ہے۔ جب کہ ان کا اسلام اور کفر کے مابین کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر یہ مرتدین کافر نہیں تو وہ مسلمان ٹھہرے۔ جو شخص کفر کو اسلام اور کفار کو مسلمان سمجھے تو وہ خود کافر بن جاتا ہے۔ اب ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں کہ جب مذکورہ بالا تمام امور کسی انسان میں پائے جائیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں چاہیے کہ ایسے افعال کے مرتکب افراد کو وعظ ونصیحت کی جائے۔ اور ان کو اللہ کی طرف بلایا جائے۔ اور ان کو پہچان کروائی جائے کہ انہوں نے کتنا بڑا قبیح کام سرانجام دیا ہے۔ اگر وہ توبہ کرلیں تو ٹھیک وگرنہ اپنے کام پر ڈٹے رہیں اور سرکشی اختیار کریں۔ تو ان پر ارتکاب کردہ فعل کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔ اگر وہ فعل کفر یہ ہوگا تو مرتکب کافر کہلائے گا۔ اگر وہ معصیت وگناہ کرے گا تو گناہ گار کہلائے گا۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کا انکار کریں۔ اور تادیب کرتے ہوئے اس کو مسلمانوں سے دور کردیں۔ یہاں تک کہ وہ توبہ تائب ہو جائے۔

تحقیق

نبی کریم ﷺ نے بھی ''غزوہ تبوک'' سے پیچھے رہ جانے والے کو دور کردیا تھا۔ اور دیگر صحابہ کرام کو ان پیچھے رہ جانے والوں سے سلام کلام سے منع فرمادیا تھا۔ تو ان لوگوں کا کیا بنے گا جو نہ صرف کفار کے ساتھ محبت کھلم کھلا اظہار بھی کرتے ہیں!

(یہ کلام شیخ سلیمان بن عبداللہ ابن الشیخ رحمہ اللہ کی تالیف سے نقل کیا گیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(درج ذیل سطور میں ایک سوال اور اس کا مفصل جواب رقم کیا جارہا ہے۔ دراصل یہ سوال نجد اور الاحساد کے طلباء کرام سے کیا گیا تھا۔ سائل محترم شیخ عبدالرحمٰن بن حسن بن شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہم اللہ تھے اور جواب دینے والے عبداللہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تھے۔)

سوال

عبادت کی تعریف کیا ہے، توحید فی العبادت کی کیا اقسام ہیں۔ اخلاص کی تعریف کیا ہے۔ اور مذکورہ بالا میں سے عام کون سی ہے اور خاص کون سی؟ کیا مقید ہے؟۔ ''الٰـــــــــــــــــــــــــــــــہ'' کے کیا معانی ہیں طاغوت کیا چیز ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کفر واجتناب کا حکم فرمایا ہے۔

جواب

عبادت کے لغوی معنیٰ 'تواضع' عاجزی اور ذلالت کے ہیں۔ عربی محاورہ ہے۔ ''بعیرٌ معبَّدٌ'' یعنی وہ اونٹ جو مطیع وفرمانبردار ہو جائے۔ ''طـــــریـــــقٌ مـــــعبَّـــــدٌ'' یعنی وہ راستہ جو قدموں تلے روندا جائے۔ اسی طرح لفظ ''دین'' کے لغوی معنیٰ بھی یہی ہیں۔ مثلاً ''دُنْتهٗ فدانَ'' یعنی میں اس کے تابعدار مطیع کیا اور وہ ہوگیا۔ عبادت کی شرعی تعریف میں کئی اختلافات ہیں۔ ایک گروہ کے نزدیک تعریف یہ ہے ''عبادت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کا شریعت نے حکم دیا ہے بغیر کسی استفتاء اور عقلی تقاضوں کے'' بعض لوگ یہ تعریف کرتے ہیں۔ ''عبادت مکمل خشوع خضوع کے ساتھ کی گئی مکمل محبت کو کہتے ہیں۔ ابوالعباس رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ عبادت اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت میں کئے جانے والے ظاہری وباطنی اقوال وافعال کا جامع نام ہے۔ مثلاً نماز' روزہ' زکوٰۃ حج' صداقت قول' امانت داری والدین کے ساتھ نیک سلوک صلۂ رحمی 'ایفائے عہد' امر بالمعروف' نہی عن المنکر' کفار اور منافقین سے جہاد پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک۔ یتیم، مسکین، غلام' چوپاؤں کے ساتھ اچھا برتاؤ۔ اسی طرح دعا' ذکر الٰہی اور قرأتِ قرآن عبادت میں شامل ہیں۔ اسی طرح' اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت' اللہ کی خشیت اور رجوع الی اللہ' دین میں خلوصِ نیت کرنا بھی عبادت ہے۔ اللہ کے حکم پر صبر کرنا' اس کے انعامات کا شکر یہ ادا کرنا۔ اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا۔ توکل کرنا۔ اللہ کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب سے ڈرنا بھی عبادت میں شامل ہیں۔ اور جس شخص نے عبادت محبت کے ساتھ خشوع خضوع کی تعریف کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے محبوب کی محبت بھی کرتا ہے اور اسکے سامنے عاجز ومنکسر بھی ہے۔ یعنی بندہ اپنے رب کی محبت میں اس کی اطاعت کرتا ہے۔ لہٰذا بندے کا اپنے رب سے محبت کرنا عاجزی وانکساری کرنا عباتِ وحدہٗ لاشریک کے ضمن میں آتا ہے۔ وہ عبادت جس کا

حکم دیا گیا وہ اللہ کی محبت واطاعت ہی کی مانند ہے جیسا کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا ''توحید کی محبت دل واعضاء کی عاجزی کے بغیر ممکن نہیں''۔

والحب نفس وفاقۂ فیما یحب   وبغض ما لا یرتضیٰ بجنانٍ
وفاقۂ نفس اتباءک أمرُ   والقصد وجۂ اللہ ذی الاحسان

ترجمہ: محبت ایک ایسا نفس ہے جس کو وہ پسند کرے اس کی موافقت کی جاتی ہے۔اور جس کو اعضاء پسند نہ کریں اسے بغض کہا جاتا ہے۔اور نفس اسی کی موافقت کرے گا جو اس کے احکامات کی پیروی کرے۔اور اس پیروی اور محبت سے مقصدِ مراد تو اللہ ذی الاحسان کی رضا اور خوشنودی ہی ہے۔

عبادت کی تعریف میں دل واعضاء کی عاجزی کے ساتھ' محبت میں یکتا وتنہا ہونا ضروری ہے۔جس شخص نے کسی کے ساتھ محبت کی اور اس کے لئے تابع وفرمانبردار ہوگیا۔اس کا مطلب ہے کہ دل نے آپ کی عبادت کی ۔لہٰذا جو صرف محبت کرتا ہے اطاعت وفرمانبرداری نہیں تو اس کو عبادت نہیں کہہ سکتے۔اسی طرح ایسی اتباع جو بغیر محبت کے ہو عبادت نہیں کہلا سکتی۔محبت اور اتباع عبادت کے دو اہم ترین رکن ہیں۔اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو تو عبادت ممکن نہیں......اگر کوئی شخص کسی سے نفرت کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرے تو اس کا عابد نہیں کہلا سکتا۔اسی طرح کسی سے محبت ہو تو مگر اطاعت نہ ہو تو اس عابد نہ ہوا۔جیسے کوئی شخص اپنی اولاد اور دوستوں سے محبت کرتا ہے۔(مگر اطاعت نہیں کرتا)۔لہٰذا کسی ایک جزو کے ساتھ کی گئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کافی نہیں ہوتی بلکہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے نزدیک ہر شئے سے زیادہ محبوب ہو ہر شئے سے عظیم ہو۔بلکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی محبت کاملہ اور اتباع تام کے لائق نہیں۔

مذکورہ بالا وضاحت کے بعد،توحید عبادت کا مطلب ہوا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی تمام اقسام کی عبادت کی جائے۔اور شرعی طور پر بھی یہی عبادت مطلوب ہے۔عبادت اور توحید ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔اسی لئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے''قرآن میں موجود لفظ عبادت کا مطلب توحید ہی ہے۔یہی وہ توحید الٰہی ہے جس کی طرف رسول ﷺ نے دعوت دی اور مشرکوں نے اسی توحید کا انکار کیا تھا۔توحید اور عبادت میں عموم خصوص مطلق (ایک منطقی اصطلاح) کا تعلق ہے۔یعنی ہر توحید پرست اللہ کا عابد بھی ہوتا ہے لیکن ہر عبادت گزار موحِّد نہیں ہوتا۔اسی لئے مشرک کے بارے میں کہا گیا تھا کہ یہ شخص اللہ کی عبادت تو کرتا ہے مگر مشرک بھی ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کا قول درج ہے۔﴿قَالَ اَفَرَءَ یْتُم مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ o اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ o فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾(شعراء:75-77)''(ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پوج رہے ہو۔تم اور تمہارے اگلے باپ دادا وہ سب میرے دشمن ہیں۔ایک اور مقام پر ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول موجود ہے۔''بے شک میں بری ہوں ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو مگر وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا وہ مجھے راہِ ہدایت دکھائے گی۔''(زخرف:26-27)

اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیگر معبودوں سے جدا کر دیا ہے۔باوجود اس کے کہ مشرکین اپنے معبودوں کے ساتھ اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے۔اگر سوال کیا جائے کہ سورۃ کافرون کی اس آیت ''اور نہیں تم عبادت کرنے والے اس (رب) کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔''میں جو نفی کی گئی ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''اس آیت میں اس اسم[1] سے نفی کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر دلالت کرتا ہے۔فقط فعل عبادت کی نفی نہیں کی گئی جو کسی کام کے واقع ہونے پر دلالت کرتا ہے۔امام ابن القیم نے ''بدائع الفوائد'' یہ لطیف نکتہ سورۃ کافرون کی تفسیر کرتے ہوئے رقم کیا تھا۔ایک اور سوال یہ ہے کہ کفار کی عبادت کی جو نفی کی گئی ہے وہ اسم فاعل کے ساتھ کی گئی ہے۔اور بعض مقامات پر فعلِ مضارع بھی استعمال ہوا ہے۔اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس کی حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔مگر ہماری معلومات کے مطابق یہ ایک بدیع حکمت کی وجہ سے ہے۔اور وہ حکمت یہ ہے ایسے صیغے استعمال کرنے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ معبودانِ باطلہ سے ہر وقت ہر طریقے سے اظہار براءت کیا جائے۔ابتدا میں فعل کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو کسی نئے واقعے پر دلالت کرتا ہے پھر اس فعل کی نفی اسم فاعل کے صیغے سے ہوتی ہے جو ایک وصف اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے)۔پھر اس سورت میں کافروں کی عبادت کی جو نفی اوّلاً کی گئی اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فعل مجھ سے واقع نہیں ہوا۔نفی ثانی کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا میری صفت اور میرے لائق نہیں ہے۔گویا معنی یہ ہوا کہ غیر اللہ کی عبادت نہ تو میرا فعل ہے نہ میری صفت۔اسی لئے آیت میں دوبار نفی لائی گئی ہے جس کا مقصد واضح انکار کرنا ہے۔اور مشرکوں کے حق میں ایسے اسم سے نفی لائی گئی ہے جو فعل کے بغیر صفت اور ثبوت پر دلالت کرتا ہو۔یعنی اللہ تعالیٰ کے عابد کی جو لازمی صفات ہوتی ہیں۔وہ تم میں نہیں پائی جاتیں۔لہٰذا یہ وصف تم میں ثابت نہیں ہے۔یہ صفت اس بندے میں ثابت ہوتی ہے جو خاص طور پر صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔اور اے مشرکو! جب تم نے غیر اللہ کی عبادت کی تو گویا تم نے اللہ کی عبادت کی ہی نہیں اگرچہ بعض اوقات مشرکین اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے نظر آتے ہیں لیکن یہ خالص عبادت نہیں ہوتی کیونکہ غیر اللہ کی عبادت اس میں ساتھ ساتھ ہوتی ہے جیسا کہ اہل کہف کا قول ہے۔

﴿وَاِذِاعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ﴾(کہف:16)

''اور جب تم ان سے اور اللہ کے علاوہ ان کے دیگر معبودوں سے کنارہ کش ہوگئے۔''

یعنی موحِّدین کو معبودان باطلہ سے دور ہوگئے مگر مشرکین دور نہیں ہوئے۔اسی طرح مشرکین اپنے معبودوں کے متعلق کہتے ہیں۔''ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کردیں۔''(زمر:3)

یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ اغیار کی عبادت بھی کرتے تھے۔اسی لئے عبادت کی نفی نہیں کی گئی بلکہ وصف کی نفی کی گئی۔کیونکہ جو غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ اللہ کی عبادت کا حق ادا ہی نہیں کرتا۔گویا یہ عبادت

صفاتی طور پر ثابت نہ ہوئی۔ اس اہم نکتے پر غور وفکر کرنا چاہیے کیونکہ ہم کسی بھی شخص کو اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا عابد قرار نہیں دے سکتے جب تک وہ سب سے جدا ہو کر صرف اللہ کی عبادت پر مستقیم نہ ہو اور ﴿وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً﴾ (مزمل: 8) ''اور تمام مخلوقات سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جا کی عملی تفسیر بن جائے۔ اللہ کے علاوہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ کیونکہ جو اللہ کی عبادت کے ساتھ شرک بھی کرے وہ نہ تو اللہ کی بندگی اختیار کرتا ہے نہ عبادت۔

یہ سورۃ کافرون جو ایک عظیم وجلیل سورت ہے' کے اسرار ہیں جو ذکر کر دیئے گئے۔ یہ ''اخلاص'' پر مبنی دو سورتوں (سورۃ کافرون۔ اخلاص) میں سے ایک ہے۔ جو قرآن کا ایک تہائی حصہ ہیں۔ جیسا کہ بعض احادیث میں موجود ہے۔ ہر شخص اس سورتوں کے مفاہم کو نہیں جانتا مگر جسے اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے فہم وفراست عطا فرمائے۔

اخلاص کی تعریف

اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ ایسے اقوال، افعال، نیتوں اور ارادوں میں خلوص کے ساتھ اللہ کا ہو جائے۔ یہی وہ دین ابراہیمی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور یہی حقیقت اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

''اور جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے' اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔''

اور ایک مقام پر فرمایا۔

''جو دین ابراہیم (علیہ السلام) سے بے رغبتی کرے گا وہ بے وقوف ہوگا۔'' (بقرہ: 130)

شرعی اعمال واقوال میں خلوص کو شرط قرار دینے پر قرآن وسنت اور اجماع کے دلائل واضح ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے کسی عمل کو قبول نہیں فرماتا جو خلوص اور اللہ کی خوشنودی کے بغیر ہو۔ اسی باعث سلف صالحین نیتوں کی درستگی کے لئے سخت جدوجہد کیا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک اخلاص تمام اشیاء سے عزیز تر اور نفس پر بھاری تھا۔ یہ خیال اس وجہ سے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ تھے۔ اور ان کو اعمال کی آفات کا بھی علم تھا۔ سلف صالحین اعمال کی اتنی فکر نہیں کرتے تھے جتنی وہ معاملاتِ عمل اور خلوصِ نیت کی کیا کرتے تھے۔ جو اگر عیب دار ہو جائے تو اجر وثواب کے ضائع ہونے کا باعث بنتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ نیت کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ سفیان الثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''سنت کے علاوہ کوئی اور معاملہ مجھ پر اس قدر گراں نہ گزرا کیونکہ نیت کے ساتھ میرا واسطہ بار بار کا تھا۔'' یوسف بن اسباط رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''نیت کو بگاڑ سے بچا کر رکھنا عمل کرنے والوں پر اجتہاد سے بھی زیادہ سخت ہے۔'' یوسف بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''دنیا میں سب سے زیادہ عظیم تر چیز اخلاص ہے۔ ریاکاری کو اپنے دل سے خالی کرنے کے لئے میں نے بہت جدوجہد کی ہے۔ گویا میرے دل میں اب ایک نیا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ ہر وہ جو اپنے نفس کی خیر خواہی چاہتا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اپنی نیت کے خلوص کا اہتمام کرے اور اپنی نیت کو تمام ترعیبوں سے پاک کرے۔ کیونکہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہی ہے۔ اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق ہی بدلہ ملے گا۔

عبادت اور توحید میں عموم خصوص کا جو تعلق ہے کیا مطلق ہے یا مقید؟ اس کے متعلق ہم گذشتہ صفحات پر ذکر کر چکے ہیں کہ عام عبادت' مطلقاً ہے اور توحید عبادت خاص ہے۔ شریعت کی نگاہ میں مطلوبہ عبادت درحقیقت توحید والی عبادت ہے۔ اور امام ابن القیم رحمہ اللہ کا درجِ ذیل کلام بھی دلالت کر رہا ہے کہ توحیدِ عبادت اخلاص سے عام ہے۔

فلو احد كن واحداً فى واحدٍ — أعن سبيل الحق والايمان
هٰذا وثانى نوعىٰ التوحيد — حسد العبادة منک للرحمن
أن لا تكون لغيره عبداً ولا — تعبد بغير شريعة الايمان
منتقوم باالاخلاص والايمان والا — احسان فى سر وفى اعلانِ
والصدق والاخلاص ركنا ذلک — التوحيد مَاركنين بلنيان
وحقيقتة الاخلاص توحيد المرا — دِفلا يزاحمه مراد ثانى
والصدق توحيد الارادة وهو — بذل الجهد لا كسلاً ولا ترائى
والسنة المّلىٰ سالكا هو — حيد للطريق الا عظم السلطان

ترجمہ اشعار: (عبادت اہم ارکان میں سے ایک حق کا راستہ اور ایمان ہے۔ اور دوسرا رکن توحیدِ عبادت ہے۔ یہ تقسیم رحمٰن کی طرف سے ہے۔ توحیدِ عبادت کا مطلب ہے کہ تم غیر اللہ کے بندے نہ بن جاؤ۔ شریعت کے حکم کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو۔ ہر حالت، ظاہراً اور پوشیدگی میں ایمان' اخلاص اور احسان کو قائم رکھو۔ توحید کے بنیادی ارکان میں صدق واخلاص بھی ہے۔ توحید کا مقصود ومراد اخلاص حقانیت ہے۔ توحید کا دوسرا مقصد بیان کرنے سے رک جانا چاہئے۔ صدق اور توحید۔ جدوجہد اور کوشش کا نام ہے۔ نہ کہ عاجزی اور سستی کا۔ کسی طریقے پر عمل کرنے کے لئے بہترین مضبوط رستہ توحید والا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ''صدق اور اخلاص توحید کے دو اہم رکن ہیں۔ آپ نے اخلاص کو توحیدِ عبادت کا ایک رکن اور سچائی کو دوسرے رکن کے طور پر بیان کیا ہے۔ امام موصوف ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں ''صدق اخلاص کا مجموعہ ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ توحیدِ عبادت اخلاص سے عام ہے اب ہم عموم کی بھی طرف آتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی دو چیزیں ایک طرف سے خاص اور ایک طرف سے عام ہو۔ توحیدِ عبادت عام ہے۔ اور اخلاص مطلق ہے مقید نہیں۔

الٰہ کی تعریف الٰہ وہ ہے جس کو دل اپنا معبود بنا لے۔ عبادت کرنے لگ جائے۔ عبادت سے مراد جھک جانا، خوف اور امید رکھنا، شوق اور ڈر رکھنا۔ توکل کرنا، مدد طلب کرنا۔ دعا، ذبیحہ، نذر و نیاز اور سجدے کرنا۔ عبادت کی دیگر تمام ظاہری باطنی اقسام پر عمل پیرا ہونا عبادت کہلاتا ہے۔ یہاں پر ''الٰہ'' یعنی معبود ہے۔ تمام اہل لغت کا اس معنیٰ پر اجماع ہے۔

جوہری کی تحقیق یہ ہے۔ أَلَهَ – الاهَـةً – کا معنی ہے عبادت کرنا اور اسی لفظ سے لفظ ''اللہ'' بنا ہے۔ اصل میں لفظِ ''اللّه'' آلٰہ سے بنا ہے۔ صیغہ ہے فِعَالٌ لیکن معنٰی مفعول یعنی معبود کیا جاتا ہے۔ جس طرح اِمام کا مطلب بھی مفعول سے ہی کیا جاتا ہے یعنی جس کی اقتداء کی جائے۔

قاموس جو ایک مشہور لغت ہے اس کی تحقیق یہ ہے۔ أَلَه إلاهَةً أُلوهةٌ کا مطلب عبادت کرنا انہی الفاظ سے لفظ اللّٰہ ماخوذ ہے۔ اور ہر معبود اپنے ماننے والے کے نزدیک ''اِلٰہ'' ہوتا ہے۔

تمام علمائے مفسرین، حدیث و فقہ کے شارحین ''اِلٰہ'' کا مطلب معبود ہی بیان کرتے ہیں بعض علم کلام کے علماء نے اس بارے میں غلط بیان کیا ہے۔ ان کا کہنا الٰہ وہ ہوتا ہے جو صرف بنانے پر قادر ہو۔ یہ معنیٰ کرنا ایک سنگین غلطی ہے۔ اگر ایک باشعور شخص بھی غور کرے تو اس پر واضح ہو جائے گا کہ یہ معنٰی غلط ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر جو فرمایا ہے لگتا ہے اس کا علم ان لوگوں کو نہیں ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ مشرکین عرب اللہ تعالیٰ کو تخلیق پر قادر مانتے تھے۔ لیکن وہ پھر بھی مشرک کہلائے۔ ایک عقلمند شخص جس بات کا اقرار صبح و شام ظاہراً و باطناً کرتا رہے لیکن اپنی زبان سے اقرار نہ کرے ایسا ہونا بہت بعید ترین بات ہے جس میں عقل کی ذرہ برابر بھی رمق باقی ہے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ ابو العباس رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''اِلٰہ'' کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تخلیق پر قادر ہے۔ جیسا کہ بعض ائمہ علم کلام کا خیال ہے۔ اور ان کا یہ بھی خیال کہ جو شخص اقرار کرتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی پیدائش پر قادر نہیں وہ ''لا الہ الا اللہ'' کا اقراری ہے ایسی توحید کا اقرار تو مشرکین مکہ بھی کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے۔ اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ تو یہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ'' (لقمان: 25) اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا ''پوچھئے تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں بتلاؤ اگر جانتے ہو؟ فوراً جواب دیں گے اللہ کی' کہہ دیجئے کہ تم پھر نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے۔'' (مومنون: 85)۔ ایک اور مقام پر فرمایا ﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرَهُمْ بِاللهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ ''ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں''۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ہم ان سے سوال کیا کرتے تھے'' کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا فرمایا ہے۔ تو مشرکین جواباً کہتے۔ اللہ نے۔ لیکن وہ پھر بھی غیر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔

ایسی توحید کا اقرار ضروری ہے مگر اس سے تمام واجبات ادا نہیں ہوتے۔ صرف اس اقرار سے شرک جیسے گناہ کبیرہ سے بری نہیں ہوا جا سکتا بلکہ لازم ہے کہ تمام دین خالص اللہ کے لئے ہو جائے۔ عبادت صرف ایک اللہ کی ہو۔ ''اِلٰہٗ'' کا مطلب ہوا کہ جس کو دل سے معبود مان لیا جائے۔ اس کا مطلب معبود ہی کرنا چاہئے۔ نہ کہ اِلٰہ کا مطلب صرف الٰہ ہی کیا جائے قرآن میں واضح الفاظ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ o اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ o وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ o﴾ (زخرف: 26-27)

اور جبکہ ابراہیم نے اپنے والد سے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ علاوہ اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے ہدایت بھی کرے گا۔ اور (ابراہیم علیہ السلام) نے اسی کو اپنی اولاد میں بھی باقی رہنے والی بات قائم کر گئے تا کہ لوگ (شرک) سے باز آتے رہے''۔

مفسرین کا قول ہے کہ کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ ہے ''عقبہٖ'' کا مطلب اولادِ ابراہیم علیہ السلام ہے۔ قتادہ لکھتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہمیشہ سے کوئی نہ کوئی توحید پرست اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار رہا ہے۔ یعنی کہ یہ برأت اللہ کے علاوہ ہر معبود سے ہے۔ اور لا الٰہ الا اللہ اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں بھی باقی رہے گا۔ اس لحاظ سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

پس واضح ہو گیا کہ اللہ سے موالات عبادت کے ذریعے ہوتی ہے۔ اور ہر معبود سے اظہارِ برأت کرنا چاہئے یہی لا الٰہ الا اللہ کا مطلب و مقصود ہے۔ ان تمام وضاحتوں کے بعد، جس شخص نے غیر اللہ کی کسی بھی قسم کی عبادت کی مثلاً محبت کرنا، تعظیم، خوف، امید، دعا، توکل، ذبیحہ، اور نذر و نیاز کیا تو اس نے غیر اللہ کو اپنا معبود بنا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے خالص حق میں کسی کو شریک ٹھہرانے لگا۔ اگر چہ وہ اپنے افعال کو کوئی بھی نام دیتا ہو اور اپنے آپ کو اس شرک سے بچانا چاہتا ہو۔ لیکن یہ تو ہر عاقل کو معلوم ہے کہ نام بدلنے سے حقیقتیں نہیں بدلتیں اگر زنا کو سودا اور شراب کو کوئی اور نام دیا جائے تو کیا وہ حلال بن جائے گا؟ فقط نام بدلنے سے زنا، سود اور شراب کی قباحت تو نہیں ختم ہو جائے گی۔ اور بات تو سب کو معلوم ہے کہ شرک بذاتِ خود ایک قبیح فعل ہے۔ اس سے رب تعالیٰ کی توہین، تنقیص اور مخلوق سے مشابہت لازم آتی ہے۔ اور مفسدات صرف نام بدلنے سے ختم نہیں ہوں گے جیسے کہ ہم شرک کو ''وسیلہ'' شفاعت اور نیک بزرگوں کی تعظیم جیسے خوبصورت نام عطا کر دیں مشرک تو مشرک ہی رہے گا چاہے یا انکار کرے۔ اسی طرح زانی اور سود خور، ویسا ہی رہے چاہے یا انکار کرے۔

اور بعض احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے خبر بھی دی ہے کہ ان کی امت کے کچھ لوگ سود کا نام بدل کر اس کو ''کاروبار'' کا نام دیں گے اور حلال سمجھنے لگ جائیں گے۔ شراب کا نام بدل کر اس کو حلال قرار دیں گے آپ ﷺ نے ایسے لوگوں کی مذمت فرمائی۔ اگر حکم صرف نام پر لگایا جاتا حقائق پر نہیں تو ایسے لوگ مذمت کے حق دار تو نہ تھے! یہ اولادِ آدم کے لئے شیطان کی ایک بہت بڑی چال ہے کہ اس نے شرک کو نیک لوگوں کی توقیر

وعزت بناڈالا وسیلہ اور شفاعت جیسے نام دے ڈالے۔! واللہ الھادی الیٰ سوآء السبیل .

طاغوت کی تعریف!

لفظ طاغوت۔ طَغَا سے مشتق ہے۔اصل میں یہ ''طَغوت'' تھا واؤ کو الف سے بدل دیا گیا۔علماء نحو کے نزدیک طاغوت کا وزن مَعَلوت تھا۔تاء زائدہ ہے۔واحدی کہتے ہیں: تمام اہل لغت کے نزدیک ''طاغوت اس واحد،جمع،مذکر ومؤنث کو کہتے ہیں جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا أَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ ﴾ (نساء:60)

''وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔''

اس آیت میں واحد طاغوت کی بات کی گئی ہے۔آگے آنے والی آیت میں جمع کا ذکر ہے۔(اور کافروں کے اولیاء طاغوت ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے کر جاتے ہیں۔(بقرۃ:257)اور مؤنث طاغوت کا ذیل کی آیت میں ہے۔﴿وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوْا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْھَا﴾(زمر:17)''اور وہ لوگ طاغوت کی عبادت سے اجتناب کرتے ہیں۔''

طاغوت ہی کی طرح عربی زبان میں آسمان کے نام بھی واحد،جمع،مذکر،مؤنث میں آتے رہتے ہیں۔اس کے علاوہ امام لیث رحمہ اللہ،ابوعبیدۃ کسائی رحمہ اللہ،وغیرہ علماء لغت کی تحقیق یہ ہے۔ہر وہ چیز جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے طاغوت ہوتی ہے۔جوہری،امام مالک وغیرہ رحمہم اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔اس کے علاوہ عمر بن خطاب،ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اکثر مفسرین نے شیطان کو طاغوت قرار دیا ہے۔امام ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ قول بہت مضبوط ہے۔یہ ہر اس عبادت پر مشتمل ہے جو اہل جاہلیت اپنے بتوں کی کرتے ہیں،ان سے مدد مانگتے،ان کو حاکم بناتے تھے۔

مفسر واحدی اس آیت ﴿یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ﴾ کی تفسیر کرتے ہیں کہ ''ہر وہ معبود جو اللہ کے علاوہ ہو وہ جُبت اور طاغوت ہوتا ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جبت سے مراد بت ہیں۔طاغوت سے مراد ،بتوں کے حالات وکوائف جو مشرکوں کو یاد رہتے تھے جن سے وہ لوگوں کو گمراہ کیا کرتے تھے۔اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دوسری روایت میں جبت اور طاغوت سے مراد کاہن اور جادوگر بھی لئے ہیں۔بعض سلف صالحین نے ﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ﴾ سے مراد یہودی سردار کعب بن اشرف لیا ہے۔اور بعض علماء نے دوسرے یہودی لیڈر حیی بن اُخطب کا نام بیان کیا ہے۔درحقیقت یہ دونوں یہودی ہی طاغوت جیسے نام کے مستحق ہیں۔کیونکہ یہ دونوں گمراہی کی جڑ تھے۔ان کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی لوگوں کو گمراہ کرنا اور یہودیوں کا اللہ کی نافرمانی میں ان سرداروں کی اطاعت کرنا۔یہ سب صفات مل کر انہیں طاغوت کے درجے تک پہنچا دیتی ہیں۔امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔''بعض علماء کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ غیر اللہ کو حاکم بنانے کے کے متعلق نازل شدہ آیت کعب بن اشرف یا کسی دور جاہلیت کے سردار کے بارے میں نازل ہوئی۔لیکن ہمارے خیال میں یہ آیت ایک عام حکم کے متعلق ہے۔یہ آیت ہر شخص کی مذمت کرتی ہے جو کتاب وسنت سے دور ہٹتا ہے۔اور باطل کے پاس اپنے معاملات کا فیصلہ کرواتا ہے۔اس باطل کو اس آیت میں طاغوت کہا گیا ہے۔امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے مجموعی کلام سے حاصل کلام یہ نکلتا ہے کہ ''طاغوت کا نام ہر اس غیر اللہ کے لئے بولا جائے گا جس کی عبادت کی جائے اور طاغوت ہر اس گمراہی کے سردار کو طاغوت کہا جائے گا جو نظام باطل کی طرف دعوت دیتا اور اس کو اچھا سمجھتا ہے۔اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت میں دور جاہلیت کے احکام نافذ کرے وہ اسی میں شامل ہوگا۔تمام کاہن،جادوگر،بتوں اور قبروں کے پجاری مجاور گمراہ کن اور جاہلانہ خیالات ونظریات پھیلانے والے اور لوگوں کو گمراہ کرنے والے بھی شامل ہیں۔جیسا کہ لوگوں میں یہ وہم پھیلا دیا جائے کہ فلاں قبر والا ایسے ایسے ہت سارے لوگوں کی حاجات اور ضروریات پورا کر دیتا ہے۔یہ اس کے یہ یہ کارنامے ہیں(اور یہ سب جھوٹ ہوتا ہے)اس طرح سے لوگوں کو آہستہ آہستہ شرکِ اکبر اور دیگر گناہوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ان تمام گناہوں کی بنیاد شیطان ہے اور وہ سب سے بڑا طاغوت ہے۔

(یہ کلام شیخ عبداللہ بن عبداللہ کا ہے)

چند اہم سوالات

سوال اوّل۔ اے علماء اسلام اس شخص کے متعلق کیا کہتے ہو۔جس کا یہ کہنا ہے ''ہم لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں پھر بھی تم ہمیں مشرک کہنے سے نہیں رکتے حالانکہ ابتدائے اسلام میں کفار بھی یہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجاتے تو ان کو کچھ بھی نہ کہا جاتا تھا۔لیکن تم کہتے ہو ہم کلمہ پڑھ کر بھی شرک کرتے رہتے ہو۔آخر ہم ایسا کیا کریں جس سے تم ہماری مخالفت نہ کرو ہمیں فتویٰ دے کر اللہ کے ہاں اجر پایئے۔''

سوال دوم۔ کیا کسی مسلمان پر لازم ہے کہ مذاہب اربعہ(حنفی،شافعی،مالکی،حنبلی) میں کسی ایک کو اختیار کرے۔یا نہیں؟ان مذاہب کے متعلق وہ کیا کرے۔؟

جواب اوّل۔ تمام تعریفات اس ذات کے لئے ہیں جس نے اپنے بندوں کو ہمہ اقسام کے طریقوں پر بنایا کچھ لوگ شکر گزار بنے اور کچھ ناشکرے ٹھہرے۔اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دو گروہ بنائے۔ان میں

ایک گروہ ایسا ہے جو غیر اللہ اور بتوں کے لئے ذبیحہ اور نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔ جو (مزارات) ڈھول تماشے' طبلے اور طنبورے بجا کر قربِ الٰہی کو تلاش کرتے ہیں۔ دوسرا گروہ ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے۔ توحید' ادائیگی نماز' زکوٰۃ' روزہ رکھتے اور حج مبرور ادا کرتے ہیں۔ اما بعد۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے ایسی خالص گواہی جو توحید میں شرک اور کفر نہ کرنے والا دیتا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اس ملت حنیفیہ میں زندہ کیا یہاں تک کہ حق روشن ہو گیا اور اندھیرے چھٹ گئے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

سائل کا قول ہے کہ ''تم لا الٰہ الا اللہ'' کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ ہم کہتے ہیں لا الٰہ الا اللہ کلمہ اسلام ہے۔ یہ دار السلام جنت کی کنجی ہے۔ یہ کلمۂ تقوی اور ایک مضبوط کڑا ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جس پر ارض وسماء قائم ہے۔ جس ارض وسماء میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے۔

اس کلمے کے باعث جہاد کی تلواریں میدان عمل میں آئیں۔ یہ کلمہ اللہ کا بندوں پر حق ہے۔ دار کفر کو چھوڑ کر دارِ ایمان میں اس کلمے کی بدولت حاصل ہوا جاتا ہے۔ بدبختی اور ذلت کے گڑھوں اور نعمتوں بھرے گھر میں فرق اسی کلمے کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ یہ فرائض اور سنت کو اٹھانے والا ستون ہے۔ جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے گا۔ یہ کلمہ جان و مال کو محفوظ کروانے والا اور عذابِ قبر و جہنم سے بچانے والا ہے۔ یہ وہ منشورِ حیات ہے جس کے بغیر کوئی جنت میں نہیں جا سکتا۔ یہ وہ رسی ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ اس کلمے کے ذریعے لوگوں کو خوش بخت' مقبول' اور بدبخت وشقی میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کلمے کو ادا کر کے انسان ایک بھاری قبر میں آ جاتا ہے۔ امام الانبیاء ﷺ کا حصول اور محبت و دوستی صرف لا الٰہ الا اللہ سے نہیں ملتی جب تک مشرک کفار سے عداوت اور دشمنی نہ ہو۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿قَالَ اَفَرَءَ یْتُم مَّا کُنتُم تَعبُدُونَ o اَنتُم وَ اٰبَآؤُکُمُ الاَقدَمُونَ o فَاِنَّھُم عَدُوٌّ لِّیٓ اِلَّا رَبَّ العٰلَمِینَ﴾ (شعراء: 75–77)

''(ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پوج رہے ہو۔ تم اور تمہارے اگلے باپ دادا وہ سب میرے دشمن ہیں۔''

بے شک جب تک اللہ کے سوا دیگر معبودوں سے برأت اور اللہ تعالیٰ سے محبت نہ ہو تو لا الٰہ الا اللہ کا مطلب پورا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''اور جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ علاوہ اس ذات کے جس نے مجھ کو پیدا کیا اور وہی مجھے ہدایت بھی کرے گا۔ اور (ابراہیم علیہ السلام) نے اسی کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والی بات قائم کر گئے۔) اس کلمے کو امام الحنفاء ﷺ نے وراثت بنایا ہے۔ انبیاء بھی ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس کلمے کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ نے اس کلمہ کی دعوت دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ توحید اور اخلاص دونوں رکنوں کی وضاحت کریں۔ جیسا کہ سورۂ کافرون میں فرمایا۔ ''آپ کہہ دیجئے اے کافرو! نہ میں عبادت کروں گا اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ نہ تم عبادت کرنے والے اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں پرستش کروں گا جس کی تم نے پرستش کی اور نہ تم اس کی پرستش کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے مشرکوں کو دعوتِ اسلام کے موقع پر کلمے کی پہچان کروائی اس وقت کفار نے کیا کہا وہ اس آیت میں موجود ہے۔ ''کیا تمام معبودوں کو ایک معبود بنا دیں؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔'' (سورۃ ص: 5) اس طرح جو واقعہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے چچا ابو طالب کے مابین پیش آیا وہ بھی قابل غور ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے قریب المرگ چچا کو فرمایا۔ اے چچا لا الٰہ الا اللہ کہہ دو اس وقت ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے کہنے لگے۔ اے ابو طالب تم کیا عبد المطلب کے دین سے منہ موڑ رہے ہو؟ اس واقعے سے بھی خبر ملتی ہے لا الٰہ الا اللہ میں دوستی اور دشمنی کا معنی پوشیدہ ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ اہل کتاب کو اس کلمے کی دعوت دو۔ اس کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔ ''آپ کہہ دیجئے اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں دوسرے کو ہی رب بنائیں۔'' (آل عمران: 63)

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے۔ اور اللہ کے علاوہ معبودوں کا انکار کرتا ہے تو اس کا جان و مال محفوظ ہے۔ اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔'' اس حدیث سے دھوکے میں مبتلا لوگوں کی خطاء اور بطلان واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ لا الٰہ الا اللہ کے معنی میں نفی اور اثبات۔ موالات اور عداوت دونوں ہیں۔ پھر لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والوں پر لازم ہے کہ کفر کی طرف بلانے والوں' مدعوین' عابد اور معبود دونوں سے بغض اور دوری قائم رکھے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ ''مسلمانو! تمہارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے۔ جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم سے اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد) کے منکر ہیں۔ جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ''۔ (ممتحنہ: 4)

اس آیت کے مصداق نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی قوم سے بڑی عداوت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گی جب تک تو اسلام سے واپس لوٹ نہ آئے مگر سعد رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ (یہ واقعہ ریاض الصالحین میں بھی ہے) اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ ''(ابراہیم علیہ السلام نے کہا) میں نے تم سے اور جن جن کی تم عبادت کرتے ہو جدا ہوتا ہوں۔'' (مریم: 48)۔ اسی طرح اصحاب کہف کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ ''اور جب تم ان مشرکوں سے اور جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے جدا ہو گئے۔'' (کہف: 16)

ان محکم آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں مشرکوں اور بعد میں ان کے معبودوں سے دور رہنے کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک طرف تو اسلام کا یہ تصور ہے اور دوسری طرف اس دور کے علماء ہیں جو اس کلمے کے معانی اس طرح بھی نہیں جانتے جیسا کہ یہ جاہل کفار جانتے تھے۔ اور نہ ہی یہ علماء کلمے کی حقیقت سے اور تقاضوں سے واقف ہیں۔ ان کے نزدیک تو یہ کلمہ شہادت ان کی اپنی ملکیت ہے۔ حالانکہ اس کلمے کی بنیاد پر ملت اسلام قائم اور قبلے کی بنیاد ہے۔ اس کلمے کی فضیلت اور شان اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسل پر واضح فرمائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ''باخبر رہو اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔'' (محمد: 19) یہ آیت کریمہ آپ پر ۸ھ ہجری کو نازل ہوئی۔ اسی طرح ایک مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے ایسا علم دو جس سے میں تیرا ذکر کروں اور جس کے ذریعے

تجھ سے دعا کروں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو۔عرض کیا اے میرے رب! یہ تو تیرے تمام بندے پڑھتے رہتے ہیں۔فرمایا۔اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اوران کے رہائش (میرے علاوہ)اور ساتوں زمینوں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو کلمے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔''

ہر شخص کو بذاتِ خود اس کلمے کی وقعت پر غور وفکر کرنا چاہیئے۔ابتداء میں اس کلمے کے ارکان اور انتہاء میں اس کی فضل وعظمت پر غور کرنا چاہیئے۔خصوصاً نبی کریم ﷺ اور موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے واقعات وسیرت کی روشنی میں ابتداء سے لے کر انتہاء تک لازمی طور پر غور وفکر کرنا چاہیئے۔اس کلمے کو ان دونوں رسولوں علیہما السلام کی سیرت کے بغیر سمجھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ایسے واقعات بے شمار ہیں ہم ضروری مسائل بطور اشارہ کر دیتے ہیں۔کیونکہ اس بابت علماء وشراح کے اقوال ہیں ان اوراق میں اتنی وسعت نہیں کہ وہ ان میں سما سکیں۔کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا جامع ترین معنیٰ یہ ہے کہ ''**لامعبود فی الوجود بحقٍ الا اللہ**'' یعنی اس کائنات میں حقیقی معبود اللہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔یہی معنیٰ قرآن میں بھی ہیں۔

﴿**الٓرٰ o كِتٰبٌ اُحۡكِمَتۡ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ خَبِيۡرٍ o اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ**﴾ (ہود:**1**)

یہ کتاب ایسی ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں۔پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ایک حکیم باخبر کی طرف سے۔یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔''

نیز (**اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا**) کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے۔کہ یہ کتاب اس ارادے سے نازل فرمائی ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

الٰہ کی لغوی تحقیق

اب ہم ''الٰہ'' کے لغوی معنی کی طرف آتے ہیں ''الٰہ'' اصل میں **وَلَهٌ** تھا عربی میں کہتے ہیں ''**وَلَهُ الفعيل**'' اونٹنی کا بچہ اپنی ماں سے شدید والہانہ محبت کرتا ہے۔''**وَلَهُ**'' کے واؤ کو ''الف'' سے بدل دیا گیا تو ''الٰہ'' بن گیا۔الٰہ وہ ہوتا ہے جس سے دل سے محبت،عزت اور تعظیم کی جائے۔اسی طرح خوف،امید،دعا کرنا بھی اسی سے ہو۔اور توکل کرنا،رجوع الی اللہ،ذبیحہ نذر و نیاز،رغبت اور ڈرنا،توبہ،ایسے دیگر عبادات کا مستحق ''الٰہ'' ہی ہوتا ہے۔

''**لاالٰہ الااللہ**'' کا اسرار یہ ہے کہ تمام عبادات وتعظیم میں تنہا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنا ''الٰہ'' میں ایک صفت،قصد اور ارادے کی بھی پائی جاتی ہے۔یعنی ہر وہ راستہ جس کی عبادت تعظیم اور حصولِ تبرک کا قصد کیا جائے وہ ''الٰہ'' ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے۔''ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف گئے۔ہم ابھی نئے نئے اسلام لائے تھے۔وہاں پر مشرک لوگ ایک بیری کے درخت کے گرد اعتکاف کیا کرتے تھے۔وہاں پر اپنا اسلحہ وغیرہ بھی لٹکایا کرتے تھے۔اس کا نام ذات انواط تھا۔ہم ایک دوسری بیری کے درخت کے قریب سے گزرے تو رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔''آپ ہمارے لئے ایک ذات انواط بنا دیجئے۔جیسا کہ ان مشرکوں کا ہے۔یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے تین بار ''اللہ اکبر'' کہا اور فرمایا ''یہ تو تم نے گزشتہ لوگوں جیسی بات کہہ دی۔اللہ کی قسم بے شک بنی اسرائیل نے انہی موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا کہ آپ ہمارے لئے بھی ایسا معبود بنا دیں جیسا کہ ان مشرکوں کا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا کہ ''تم لوگ ضرور اپنے سے پہلے لوگوں (یہود ونصاریٰ) کے طریقوں پر چلو گے۔'' (ترمذی)

حقیقت ''الٰہ'' کے لوازمات میں یہ بھی شامل ہے اطاعت اسی اللہ کے حکم کی کیجائی اور پناہ صرف اسی الٰہ کی پکڑی جائے۔یہ معنیٰ لا الٰہ الا اللہ کی حقیقی گواہی ہے۔ایسی گواہی جو دل کے یقین کے ساتھ ہو اور قولاً وفعلاً اس گواہی کو قائم کیا جائے۔جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔﴿**وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِشَهٰدٰتِهِمۡ قَآئِمُوۡنَ**﴾ (معارج:**33**)

''اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں پر سیدھے اور قائم رہتے ہیں''۔

ایک شخص اپنے دل، جسم سے ظاہری اور باطنی طور پر گواہی اس وقت دے گا جب اس میں مذکورہ بالا تمام اوصاف پائے جائیں گے۔روح کی زندگی اس کلمے سے ہوتی جس طرح بدن کی زندگی روح کی موجودگی سے ہوتی ہے۔اس کلمے کے ساتھ جب بندہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا اور اللہ کی خوشنودی اور توحید سے محبت کرتا اور لطف اندوز ہوتا ہے۔تو اس سے بڑا نفع کسی اور بات میں نہیں ہوتا۔اس کلمے کی بدولت معرفت حاصل کرنے والی مخلوق میں بڑا فرق ہے حتیٰ کہ ستر ہزار مؤمن بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے۔جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ستر ہزار مؤمن حقیقت میں بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے جو دم جھاڑے (شرکیہ) نہیں کرواتے ہوں گے اور اپنے جسم کو داغتے نہ ہوں اور وہ بدشگونی نہ لیتے ہوں اور وہ اپنے رب پر توکل کرنے والے ہوں۔'' (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شامل فرمائے مترجم) اہل کلمہ پر دنیا کی زندگی میں انعامات بھی ہوتے ہیں اور برزخ وجنت میں تو انعامات کی بارش ہوگی۔اہل کلمہ پر جہنم کی آگ بھی حرام ہے۔

جب ایک بندہ لا الٰہ الا اللہ کی معرفت، عمل اور ثابت قدمی میں جتنی کمی کرتا جائے گا، اس کلمے کے تقاضوں پر اسقدر عمل بھی کم ہوتا جائے گا۔اور ساتھ ہی ساتھ اتنا ہی اس بندے کا یقین اور صبر کم ہوتا جائے گا۔دنیا کے پل صراط پر استقامت اس کلمے سے ہوتی ہے۔اور جس قدر اس کلمے پر استقامت ہوگی اس قدر تیز رفتاری سے روزِ قیامت پل صراط پر ہوگی۔اس کلمے کی بدولت اللہ تعالیٰ عطا کرے گا اور محروم رکھے گا۔اور تمام فضل واحسان تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے اس کلمے پر ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں۔اے اللہ اس کلمے کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی وفات کے پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔

فصل دوم!

اس فصل میں ہم سائل کے جواب کی طرف آتے ہیں۔

جواب اوّل۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد اور قتال کا حکم فرمایا اور ساتھ ساتھ قتال کی حکمت بھی بیان فرمائی ہے۔ اور وہ حکمت ہے فتنوں سے روکنا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ (انفال:39)

''اور ان کے خلاف قتال کرو حتی کے کوئی فتنہ باقی نہ رہے۔''

مفسرین نے فتنہ سے مراد شرک بیان کیا ہے اور مزید بیان فرمایا۔

﴿وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ﴾ (انفال:39)

''اور دین سارے کا سارا اللہ کے لئے ہو جائے۔''

دین ایک عام نام ہے۔ اس چیز جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔ ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے۔'' آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ خبردار اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے۔'' (زمر:3-4) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔'' اور ان کو یہی حکم دیا گیا کہ دین خالص کے ساتھ اللہ ہی عبادت کرو۔'' (البینۃ:5)

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ ''بعثت باالسیف یدی الساعة حتیٰ یعبد الله لایشرک به شیئا'' ''قیامت سے پہلے مجھے تلوار دے کر بھیجا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔''

جواب دوم۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مشرکوں سے قتال کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ ''مشرکوں کو جہاں پاؤ ان کو قتل کر دو اور اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں' زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔'' (توبہ:50) اس آیت میں وضاحت فرمائی گئی ہے کہ قتال اس وقت تک جاری رکھنا ہے جب تک اسلام کی ظاہری علامات قائم نہ ہوں۔ اور یہ گذشتہ آیت کے مطابق تین اہم ارکان (توحید۔ نماز۔ زکوٰۃ) ہیں۔ اس بات کو سورہ بینۃ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور انہی معنوں پر مشتمل ایک حدیث صحیح بھی ہے۔ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتٰی کہ وہ گواہی دیں کے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ نماز قائم کریں' زکوٰۃ ادا کریں' اور جب یہ کام کریں گے تو مجھ سے اپنی جان و مال کو بچالیں گے اور ان کا حساب و کتاب اللہ پر ہوگا۔'' اور حضرت معاذ ؓ کو جب یمن روانہ کیا تو آپ ﷺ نے جن تین ارکان کی دعوت کا حکم دیا تھا وہ بھی یہی تھے۔ یہی ارکان تھے جن کو خلفاء راشدین نے قبول کیا تھا۔ حتٰی کہ ابوبکر صدیق ؓ نے تو زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف اعلان جہاد فرمایا۔ حالانکہ وہ بھی لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے۔ اسی طرح طوائف کے مرتدین جو کلمہ گو تھے ان کے خلاف قتال کیا۔

یہ وہ وجوہات ہیں جن کی بنا پر لوگوں کے خلاف قتال نہیں کیا جاتا۔

جواب ثالث۔ خاص طور پر موجودہ زمانے میں قتال سے انکار کب ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کلمہ کی وجہ قتال بھی کیا جاتا ہے اور چھوڑا بھی جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔ ''مقدام بن اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کا خیال ہے کہ اگر میں کسی مشرک سے قتال کروں وہ میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ دے پھر وہ ایک درخت کی پناہ لے کہے میں اللہ پر اسلام لے آیا کیا اب بھی میں اس کے خلاف لڑوں؟ فرمایا نہیں کیونکہ اس کے اسلام لانے کے بعد قتال کیا تو تم اس کے مقام پر اور وہ تمہارے مقام پر کھڑا ہوگا' معنٰی یہ ہے کہ وہ جان اور مال محفوظ ہونے کی وجہ سے تیرے مقام پر ہوگا۔ اور تو اس کے ورثاء کے لئے بطور قِصاص واجب القتل ہوگا۔ یہاں مقام سے مراد دین نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

جب کوئی مسلمان اس کلمے کی فضیلت اور حدود و قیود سے واقفیت حاصل کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ دل' زبان اور اعضاء سے وہ اس کلمے پر عمل کرتا نظر آئے۔ اگر کسی ایک قسم کی بھی کمی آگئی تو وہ مسلم نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں واضح بیان فرمادیا۔ جب کوئی شخص مسلم ہوا اور ارکان اسلام پر عمل پیرا بھی تو پھر اس میں کوئی قول' فعل یا عقیدہ ایسا نظر یہ جو کلمے کے برعکس ہو یہ عمل اس کے لئے نفع بخش نہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ تبوک کے بارے میں باتیں کرنے والوں کے متعلق فرمایا ''اب تم معذرتیں پیش نہ کرو تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔'' (توبہ:66) اس طرح دوسرے لوگوں کے متعلق فرمایا۔ ''ان لوگوں نے کلمہ کفر ادا کیا ہے اور یہ لوگ اسلام کے بعد کفر میں داخل ہو گئے۔'' (توبہ:73)

اب ذرا آپ آج کل کے دور کی طرف آیئے۔ لوگ اس کلمے کو بطور عادت استہزاء کرتے اور اٹکتے اٹکتے ادا کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام اور ایمان یہی کلمہ ہے پھر بھی وہ توحید جو اللہ کا حق ہے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں' بتوں اور مزارات کی عبادت کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ فرائض اسلام اور ارکان اسلام کو ضائع کر دیتے ہیں۔ ہر قسم کی بدعات غلو فی الدین نافرمانیاں ان کو اچھی لگتی ہیں مگر پھر بھی وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ ان کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا یہ قول نہایت بہترین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو لا الٰہ الا اللہ کو کلمہ تقویٰ بنایا اور ان لوگوں نے اسے کلمہ گناہ تصور کر لیا ہے۔ ہم نے اختصار سے کام لیتے ہوئے اور طوالت سے بچتے ہوئے صرف اشاروں پر اکتفا کیا ہے۔ واللہ المستعان

اب ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں کہ کن لوگوں کے خلاف قتال کرنا منع ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کی ظاہری علامات پر عمل پیرا ہیں ان کے خلاف قتال منع ہے۔ اس مسئلے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیات قتال کے نزول کے بعد فرمایا ہے اور اس طرح واضح اور صحیح احادیث میں بھی یہ مسئلہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید اور ترک شرک کے بعد فرمایا ''اگر وہ نماز ادا کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا رستہ چھوڑ دو۔'' (توبہ:5)

اوراسی طرح نبی کریم ﷺ نے توحید، نماز، زکوٰۃ کے ذکر کے بعد فرمایا ''جب لوگ ان پر عمل پیرا ہوں گے تو مجھ سے اپنا خون اور مال محفوظ کرلیں گے مگر اسلام کے حق کے ساتھ۔''
یہ وہ لوگ ہیں جن کے خلاف قتال منع ہے۔اس پر کتاب وسنت اور ائمہ امت کے دلائل اور افعال، دلالت کرتے ہیں۔اب ہم کچھ ''خاص لوگوں'' کا تذکرہ کرتے ہیں یعنی ایسے لوگ جن میں کوئی ایسا فعل یا قول نظر آئے جو دخولِ اسلام پر دلالت کرتا ہو جیسا کہ گذشتہ حدیثِ مقدام رضی اللہ عنہ میں موجود ہے تو ان لوگوں کے خلاف بھی قتال نہیں کرنا چاہئے۔ان صفحات پر ہم کوئی خاص جواب نہیں بلکہ عام جواب کی بات کریں گے۔
جب آپ کسی گروہ میں تین علامات دیکھو تو ان کے خلاف قتال کرو۔ u ۔توحید کا ترک کردینا۔ v ۔نماز قائم نہ کرنا، جو کفر اور اسلام کے درمیان حدِ امتیاز ہے۔ w ۔زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔ایسے لوگوں کے خلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کے مطابق قتال جائز ہے۔اور علماء کرام کا بھی یہی اجماع ہے۔اس موضوع پر علماء وفقہاء کی تشریحات بہت طویل ہیں کیونکہ ہر مصنف نے اس مسئلے کا ذکر فرمایا ہے۔اور اپنی کتابوں میں تصریح کی ہے کہ ''اگر لوگ کلمہ پڑھتے ہوئے بعض دین پر عمل کریں بعض کو چھوڑ دیں تب بھی ان کے خلاف قتال سے نہیں رکنا۔آخر میں ہم فرمانِ الٰہی کا ذکر کرتے ہیں کہ۔

﴿مَنْ يَّهْدِاللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ (کہف:17)

''جس کو اللہ ہدایت عطا فرمائے وہ تو ہدایت یافتہ ہے اور جس کو اللہ راستے سے بھٹکا دے آپ اس کے لیے کوئی ولی اور راہبر نہ پائیں گے''۔

فصلِ آخر!

سوالِ ثانی۔ کیا ایک شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی کرے یا نہیں؟

جواب۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے کہ وہ اس دین کی پیروی کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیاتِ قرآن میں ذکر فرمایا ہے اور جو شریعت ہمارے نبی ﷺ لے کر نازل ہوئے اس کی بھی پیروی کریں۔جیسا کہ حکم الٰہی اور سنت نبوی ﷺ ہے۔اللہ تعالیٰ نے نجات اور کامیابی کو اتباع رسول سے جوڑ دیا ہے۔اس بات کو متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔اور کسی غیر رسول کو خاص کر کے اس کی اتباع کرنا مخلوق پر لازم نہیں ہے۔اس مسئلے میں لوگوں کے بہت سے گروہ اور فرقے بن گئے ہیں اور ''ہر گروہ اپنے دین پر خوش نظر آتا ہے''۔(مومنون:53)
کسی کی اتباع اور اقتداء کئی اقسام کی ہوتی ہے جن میں بعض حرام بھی ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، گو ان کے باپ دادے بے عقل اور گم کردہ راہ ہوں''۔(بقرہ:70)۔فرمان الٰہی ہے۔''اسی طرح آپ سے پہلے بھی ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک اور دین پر پایا اور ہم تو انہی کے نقش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔''(زخرف:23)۔ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کرو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا ہے''۔(مائدہ:103)۔فرمان باری تعالیٰ ہے۔''اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے (وہ حسرت افسوس سے) کہیں گے کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنھوں نے ہمیں گمراہ کردیا۔''(احزاب:66)

دوسری قسم! دوسری قسم کی اتباع کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی تقلید کے باب میں فرمایا اہل کتاب نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا تھا۔یہ قسم بھی سخت حرام ہے۔امام ابوبکر رحمہ اللہ نے ''الجامع'' میں تقلید کی مذمت اور تقلید اور اتباع میں فرق کا ایک باب قائم فرمایا ہے۔اس میں انہوں نے ابوعمر رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر تقلید کی مذمت بیان فرمائی ہے۔جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے ''ان لوگوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا ہے۔'' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اہل کتاب اپنے علماء کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے بلکہ وہ علماء جس کو حلال کہتے تو لوگ بھی اس کی اتباع کرتے اور جس کو حرام قرار دیا تو لوگ اس کی پیروی کرتے تھے۔
عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو میری گردن میں صلیب لٹک رہی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا اے عدی! اس بت کو اپنی گردن سے اتار دو! پھر آپ نے سورۃ برأت کی یہ آیت پڑھی جس کا مطلب تھا کہ اہل کتاب نے اپنے علماء کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا تھا۔میں نے کہا ہم نے تو اپنے علماء کو رب نہیں بنایا۔آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں کیا وہ حرام کو حلال قرار نہیں دیتے تھے؟ اور حلال کو حرام نہیں کرتے تھے۔اور تم بھی ان کی اتباع میں وہی کچھ کرنے لگ جاتے تھے جو وہ حکم دیتے تھے۔میں نے کہا! ہاں یہ بات تو ہے! تو آپ ﷺ نے فرمایا یہی تو ان کی عبادت ہے۔(مسند احمد۔ترمذی)
مفسر ابوالبختری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں کہ ''اگر یہ علماء لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دیتے تو لوگ ہرگز ان کی اطاعت نہ کرتے۔لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام اور حرام کو حلال کردیا۔لوگوں نے اس مسئلے میں اپنے علماء کی پیروی کی۔گویا یہی ان کی عبادت ہے۔جس شخص نے مقدمہٗ کلام پر غور کیا تو وہ سمجھ گیا کہ ہمارے اور مذاہب اربعہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔بلکہ ہمارے اور ان کے درمیان نزاع اور اختلاف اس وقت واقع ہوتا ہے۔جب حق کے انکار اور مخالفت کا موقع ہوتا ہے۔جیسا کہ موجودہ دور کے لوگوں کے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں تو ان کی دلیل وہی ہوتی ہے کہ ہم نے تو اپنے آباؤ اجداد کو یہی کرتے دیکھا ہے۔ایسے لوگ اپنے آپ کو ان مذاہب کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔کیونکہ کوئی شخص کسی کی

طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اور حقیقت پر نہ ہو تو اس کا فائدہ کوئی نہیں ہوتا۔ کیونکہ عیسائی اور یہودی بھی اپنے آپ کو حضرتِ عیسیٰ اور حضرتِ موسیٰ علیہما السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن ان کے احکامات پر عمل نہیں کرتے۔ اس لیے ان کو اس نیت کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لئے فرمایا ہے کہ "پھر ہم نے آپ کو دین کی راہ پر قائم کر دیا۔ سو آپ اس پر لگے رہیں اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں۔" پھر فرمایا "کیا ان لوگوں کا جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے (جاثیہ: 18-20)۔ اس سورت میں ایک دوسرا مقام یہ ہے (کیا آپ نے اسے دیکھا؟ جس نے اپنی خواہشاتِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے۔ اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی گئی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔ (جاثیہ: 23)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اللہ نے تمام راستوں کو دو راستوں میں جمع کر دیا ہے "ہدایت یا خواہشاتِ نفس"۔ یا تو لوگ اتباع شریعتِ محمدی ﷺ کرتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے اپنی رضا سے مقرر فرمایا ہے۔ یا تو وہ لوگ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں اللہ ہمیں ان بدعتی خیالات اور گمراہ کن خواہشات کی پیروی سے بچائے! آمین!

اور یہ جو ائمہ کرام ؒ ہیں یہ سب کے سب ائمہ ہدایت ہیں ان کا اجماع حجت اور ان کا اختلاف رحمت ہے۔ اور دینِ اسلام دینِ اعتدال ہے۔ لیکن ان ائمہ کی تقلید کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ تقلید کی نفی کرتا ہے۔ اور اس کو ناپسند کرتا ہے۔ یہ علماء کہتے ہیں۔ لوگوں میں دو قسم کے گروہ ہیں۔

1) ایک عام لوگ ان کے لیے صرف اتنا ضروری ہے کہ وہ دین کا اتنا علم حاصل کریں جو ضروری ہو۔ ان کا کسی خاص مذہب میں شمولیت کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی دعویٰ کرے کہ میں عالم فاضل ہوں حالانکہ وہ پڑھنا لکھنا جانتا ہی نہ ہو ایسا ہی اس شخص کا دعویٰ ہے کہ میں فلاں مذہب والا ہوں حالانکہ وہ اس مذہب کے صحیح غلط سے واقف ہی نہیں۔

2) دوسری قسم کے وہ لوگ جو عالم اور فقیہ ہیں ان کے لئے تو درست ہی نہیں کہ بغیر حجت اور دلیل کے کسی چیز کو پیش کریں۔ دراصل تقلید ایک ایسا فعل ہے جو ضرورت کے وقت مباح ہوتا ہے۔ فقہاء کے ایک بڑے گروہ نے اس مسئلے میں درمیانی راہ اختیار کی ہے۔

3) جو اقوال ائمہ کرام سے وارد ہیں اس بارے میں کوئی اختلاف اور بحث نہیں ہے بلکہ وہ ان سے بری الذمہ ہیں۔ بعض ائمہ تک کوئی سنت نہ پہنچ پائی ہو اس وجہ سے وہ معذور ٹھہرے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں وضاحت فرمائی۔ اس کے باوجود ائمہ عظام نے نصوص پر غور و فکر جاری رکھا اور جب جب سنت ان پر روشن اور واضح ہوتی گئی انہوں نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا۔ یہ ائمہ اس امت کے عظیم اہل نجات لوگوں میں شامل ہیں انہوں نے لوگوں کو اپنی تقلید سے روکا۔ جو کہ ان پر لازم تھا۔ اور سنت کی موافقت کے لوگوں کو ابھارا' یہ تقلید اور اتباع کی تیسری قسم ہے جو کہ پسندیدہ اور مباح ہے۔ یہ تمام گذشتہ حرام اقسام جیسی نہیں ہے۔

ذیل میں ہم اقوالِ ائمہ میں چند اقوال ذکر کر رہے ہیں!

ابن القاسم رحمہ اللہ' امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "کسی بھی صاحب علم و فضل کا ہر قول قابل اتباع نہیں ہوتا۔ کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے "میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں۔ پھر جو بات بہترین ہو اس کا اتباع کرتے ہیں۔" (زمر: 18)

بشر بن ولید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ (شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ) نے فرمایا "کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ ہمارے قول کو بیان کرے جب تک اسے خبر نہ ہو کہ یہ قول ہم نے کہاں سے لیا ہے؟ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "یہ اقوال میری رائے ہیں۔ جو مجھ سے بہتر رائے لائے میں اس کو قبول کر لوں گا۔ مزید بیان کیا کہ "قول نبی ﷺ کے برابر کسی کا قول نہیں ہو سکتا۔"

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اس صاحبِ قبر ﷺ کے علاوہ ہر کسی کا قول' قبول اور رد کیا جا سکتا ہے۔" آپؒ مزید صراحت فرماتے ہیں۔ "جو کوئی شخص عمر بن خطاب ؓ کا قول ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول کے لئے چھوڑ دیتا ہے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے۔ کیونکہ لوگ کیسے قول رسول ﷺ کو اس سے کم تر کے مقابلے میں چھوڑ سکتے ہیں۔

محدث بیہقی رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت فرماتے ہیں کہ "جو شخص بغیر دلیل کے علم حاصل کرتا ہے اس کی مثال رات کو لکڑیاں جمع کرنے والے جیسی ہے۔ جو لکڑیوں کے ساتھ سانپ بھی اکھٹا کر لیتا ہے جو اس کو ڈس لیتا ہے جبکہ اس شخص کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ مزید فرمایا۔ صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ "امام مالک رحمہ اللہ اور اوزاعی رحمہ اللہ میں سے کون تقلید کا زیادہ اہل ہے۔ تو امام احمد رحمہ اللہ نے جواب دیا "اپنے دین کو حدیثِ رسول ﷺ اور اقوال صحابہ ؓ کے علاوہ کسی کی تقلید سے حاصل نہ کرو بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ "دین وہاں سے حاصل کرو جہاں سے ان ائمہ رحمہم اللہ نے حاصل کیا ہے"۔

یہ آدمی کی کم عقلی کی علامت ہے کہ وہ دین میں کسی تقلید کرے۔ ایسے اقوال بہت زیادہ ہیں مگر ہم نے چند ایک ذکر کر دیئے۔

4) تقلید کی چوتھی قسم مذموم اور ناپسندیدہ ہے۔ جو لوگ انتہاء درجے کی تقلید غلو والی اندھی تقلید کرتے ہیں اس وقت وہ کسی ایک مذہب کی پیروی کرتے ہوئے اس کی مخالفت کرنا جائز تصور کرتے ہیں۔ بلکہ ہر حالت میں اتباع ہی کرتے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے کا حق ہے۔ یہ تقلید دین کا حلیہ تبدیل کر دیتی ہے۔ امام احمد رحمہ فرماتے ہیں "میں ان لوگوں پر تعجب کرتا ہوں۔ جو اسنادِ حدیث کا علم رکھتے ہوئے۔ صحیح ضعیف کی پہچان بھی رکھتے ہیں پھر سفیان ثوری رحمہ اللہ کی رائے کی طرف جاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے۔ "سنو! جو لوگ حکم رسول (ﷺ) کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے۔ یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے"۔ (سورہ نور: 63)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔''قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو جائے۔ میں کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا اور تم کہتے ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔امام ربیعہ رائے رحمہ اللہ سر کو جھکائے رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کیوں رو رہے ہو! فرمایا! ''ریا کاری غالب آ چکی ہے۔خواہشاتِ نفس پھیل چکیں اور لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ علماء کے نزدیک یوں بن جاتے ہیں جیسے چھوٹے بچے اپنی ماں کے نزدیک ہوتے ہیں۔وہ جس چیز سے روکتے ہیں رک جاتے ہیں جو حکم دیتے ہیں یہ سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔(اور قرآن وسنت سے کوئی دلیل بھی طلب نہیں کرتے)۔

عبداللہ بن معتمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔''مقلد انسان اور مطیع فرمانبردار جانور میں کوئی فرق نہیں''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔''کوئی کسی آدمی کی تقلید نہ کرے کہ وہ ایمان لائے تو یہ بھی ایمان لائے اور اگر وہ کافر ہو گیا تو مقلد بھی کافر ہو جائے!۔برائیوں میں کوئی کسی کا نمونہ عمل نہیں ہوتا بلکہ اچھائیوں میں ہوتا ہے''۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا''تم یا تو عالم بن جاؤ علم حاصل کرنے والے۔ایسا نہ ہو کہ تم بے رائے انسان بن جاؤ کہ جو چاہے تمہیں اپنے پیچھے لگا لے۔

ایسا ہی کلام حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں کلام علماء بہت طویل ہے ہم نے بہت ہی اختصار سے جو میسّر تھا تحریر کر دیا۔

کیونکہ اولین وآخرین تمام انسانوں سے اس بابت سوال کیا جائے گا کہ

تم کس کی عبادت کرتے رہے؟

تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟

پہلا مسئلہ عبادت کی تحقیق کے متعلق تھا!

دوسرا مسئلہ اتباع کرنے والوں کے متعلق تھا!

والحمد للّٰہ رب العالمین ! وصلی اللہ سیدنا محمد والہ وسلم

ازمترجم:

ابوعلی حفظہ اللہ

مدرس۔جامعہ دارالحدیث رحمانیہ کراچی۔

ایمان کی مضبوط ترین زنجیر

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

تالیف: شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالی

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان